سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر ۷۱

مخزنِ شعراء

یعنی

تذکرۂ شعرائے گجرات

مؤلفہ

قاضی نور الدین حسین خاں رضوی فائق مرحوم

مرتبہ

مولوی عبد الحق صاحب، بی، اے (علیگ) معتمد اعزازی
انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن

مطبوعہ جامعہ پریس دہلی
۱۹۳۳ء

قواعد و ضوابط انجمن ترقیٔ اُردو اورنگ آباد (دکن)

(۱) سرپرست وہ ہوں گے جو پانچ ہزار روپے یک مشت یا پانسو روپے سالانہ انجمن کو عطا فرمائیں (ان کو تمام مطبوعات انجمن بلاقیمت اعلیٰ قسم کی جلد کے ساتھ پیش کی جائیں گی)

(۲) معاون وہ ہونگے جو ایک ہزار روپے یکمشت یا سالانہ سو روپے عطا فرمائینگے (انجمن کی تمام مطبوعات ان کو بلاقیمت دی جائیں گی۔

(۳) رکن دامی وہ ہونگے جو ڈھائی سو روپے یکمشت عطا فرمائینگے انکو تمام مطبوعات انجمن مجلّد نصف قیمت پر دیجائیں گی۔

(۴) رکن معمولی انجمن کے مطبوعات کے مستقل خریدار ہوں گے جو اس بات کی اجازت دینگے کہ انجمن کی مطبوعات طبع ہوتے ہی بغیر دریافت کئے بذریعۂ قیمت طلب پارسل ان کی خدمت میں بھیجدی جائیں (ان صاحبوں کو تمام مطبوعات پچیس فیصدی قیمت کم کرکے دیجائینگی) مطبوعات میں انجمن کے رسالے بھی شامل ہیں۔

(۵) انجمن کی شاخیں (کتب خانے) وہ ہیں جو انجمن کو یکمشت سوا سو روپیہ یا بارہ روپے سالانہ دیں (انجمن انکو اپنی مطبوعات نصف قیمت پر دیگی)

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن

اپنے اُن مہربان معاونین کی ایک فہرست مرتب کر رہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو وہ بغیر ان سے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی اُنکی خدمت میں بذریعہ وی پی [illegible] دیجایا کرے، یہ اصحاب انجمن کے رکن ہونگے ان کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کئے جائیں گے اور [illegible] [illegible] کتاب شائع ہوگی فوراً بغیر دریافت کئے روانہ کر دیجایا کرے گی۔

ہمیں امید ہو کہ ہمار [illegible] [illegible]ن جو اردو کی ترقی کے دل سے بہی خواہ ہیں اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائینگے ان معاونین کی خدمت میں [illegible] جو آئندہ شائع ہونگی وقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کرکے روانہ ہونگی۔

المشتـ[illegible]ـہر

انجمن ترقی ا[illegible] اورنگ آباد (دکن)

فہرست

سر محمد اقبال کہا کریں کہ اُردو میں شعر نازل ہی نہیں ہوتے، مگر نہ معلوم اس میں کیا کشش ہے کہ آج نہیں صدیوں پہلے سے اس کی فرمانروائی پنجاب، دوآبے، بہار اور بنگالے ہی پر نہیں گجرات اور دکن تک پہنچ گئی تھی۔ اس تذکرے کے فاضل تقریظ نگار نے صحیح لکھا ہے کہ اس وقت جتنے شعرائے مسلّم ہیں وہ سب ہندی (اُردو) کی طرف مائل ہیں اور فارسی عربی کی اب وہ گرم بازاری نہیں رہی ہے۔ اپنی زبان چھوڑ کر دوسروں کی زبان میں لکھنا گویا اہل زبان کا منہ چڑانا ہے۔ کسی کو کیا پڑی ہے کہ خون جگر کھائے اور "بد نگفتہ" کی تحسین سنے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ مرغی اپنی جان سے گئی اور کھانے والے کو مزہ نہ آیا۔ بات یہ ہے کہ اُردو میں ہندی کی بھی شان ہے اور فارسی کی بھی اور یہ بہت بڑی وجہ اس کی عام مقبولیت کی ہے۔ اور سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ اپنی زبان ہے۔ غیر زبان پر ہزار قدرت ہو اپنی زبان کی سی بات نہیں آتی۔ ہمیشہ غیروں کا محتاج رہنا یہانتک کہ بولی میں بھی، پھر اُن کا سا لہجہ بنانا، انھیں کے لفظوں میں سوچنا، انھیں کی طرح خیال ادا کرنا، نقالی اور بے ہتی تو ہئی بے غیرتی بھی ہے۔ نقالی آخر نقالی ہے اور جدّت کی دشمن یہی وجہ ہے کہ فارسی میں شاعری (یا اردو میں اس کی نقل) کرتے کرتے جدّت کھو بیٹھے۔ کچھ عرصے سے اُردو میں نیا رنگ اور نئی سکت پیدا ہو گئی ہے، اور اب انشاء اللہ الہام بھی اسی میں ہوا کرے گا، اور کوشش کرنے پر بھی غیر زبان میں نہیں ہوگا۔

خطۂ گجرات اپنی خصوصیات کی وجہ سے ہندوستان کے صوبوں میں ممتاز حیثیت

رکھتا ہے۔ مسلمان سیاحوں اور شاعروں نے اس کی آب وہوا، حسن و نزاکت، اور صنعت وحرفت کی بیحد تعریف کی ہے۔ مسلمانوں کا تعلق اِس خطّے سے اُس وقت سے ہے جب سلطان محمود غزنوی سومنات کے ارادے سے ملتان ہوتا ہوا نہروالہ پٹن کی نواح میں پہنچا۔ راجا مقابلے کی تاب نہ لاکر فرار ہوگیا۔ پٹن سلطان کے قبضے میں آگیا یہاں سے سامان رسد کا انتظام کرکے سومنات کی طرف روانہ ہوا۔ قطب الدین ایبک نے بھی ایک حملہ نہروالہ (گجرات) پر کیا تھا۔ لیکن اصل تعلق گجرات کا سلطنت دہلی سے علاؤالدین خلجی کے عہد میں ہوا۔ سلطان نے الغ خاں (یا الپ خاں) کی سرکردگی میں ایک لشکر فتحِ گجرات کے لئے بھیجا (۶۹۶ھ) گجرات فتح ہو گیا، اور اس وقت سے اس خطّے پر سلطنت دہلی کی طرف سے ناظم رہنے لگا۔ یہ سلسلہ محمد شاہ بن فیروز شاہ (وفات ۷۹۶ھ) کے عہد تک جاری رہا۔ اس وقت سلطنت دہلی کی حالت متزلزل ہورہی تھی بادشاہ نے رعایائے گجرات کی فریاد پر جو ناظم راستی خاں کے مظالم سے تنگ آگئی تھی ظفر خاں مخاطب بہ اعظم ہمایوں بن وجیہہ الملک کو ناظم کی تنبیہہ کے لیے روانہ کیا۔ ظفر خاں مظفر ومنصور ہوا اور راستی خاں مارا گیا (۷۹۴ھ)۔ ابھی یہ گجرات کی انتظامی حالت درست ہی کر رہا تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ سلطنت پہلے ہی سے ضعیف ہو رہی تھی کہ اسی اثناء میں امیر تیمور نازل ہوتے، رہی سہی حالت اور بگڑ گئی، اور تمام ملک میں پریشانی پھیل گئی۔ ظفر خاں جو گجرات میں ناظم کی تنبیہ کے لئے آیا تھا مظفر شاہ کے نام سے خود مختار بن بیٹھا (۸۱۰ھ) اور گجرات میں شاہی خاندان کا بانی ہوا۔ اس خاندان نے ۹۸۰ھ تک شان وشوکت سے حکومت کی۔ اس کے بعد یہ خطہ اکبر بادشاہ کے عہد میں ممالکِ محروسۂ ہندوستان سے ملحق ہو گیا۔ اور سلطنت دہلی کی طرف سے صوبیدار رہنے لگا۔

اس مختصر تاریخی خاکے سے ظاہر ہے کہ گجرات کا تعلق دتی کی اسلامی حکومت سے

ابتدا سے رہا ہے اور وہاں کے امرا اور علما کے علاوہ ہزار ہا لشکری اور صناع وغیرہ گجرات میں آکر آباد ہو گئے - اور گجرات سلطنتِ دہلی کا بہت ممتاز صوبہ ہو گیا۔ احمد آباد، سورت اور پٹن کے نام ایسے ہی مشہور و معروف ہو گئے جیسے دلی، آگرہ اور الہ آباد وغیرہ کے - اس کا اثر وہاں کی معاشرت پر طرح طرح سے پڑا، خاصکر وہاں کی زبان پہ جو بدل کر کچھ کی کچھ ہو گئی - یہ بات قابل غور ہے کہ دلی کی حکومت یا اہل دہلی نے جس جس خطے میں قدم رکھا خواہ وہ پنجاب ہو یا گجرات، دکن کے صوبے ہوں یا مدراس وہاں انھوں نے زبان پر اپنا نقش ضرور چھوڑا ہے اور وہ نقش ایسا گہرا ہے کہ اب تک اجاگر نظر آتا ہے - اس بارے میں اہل اللہ اور صوفیا کو نہیں بھولنا چاہیئے، اُن کے نام اس فہرست میں سب سے پہلے آتے ہیں - ان کی یہ خدمت دینی خدمت سے کچھ کم نہیں ہے - گجرات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنی تعلیم وتلقین کے لیے اُس زبان سے کام لیا ہے جو عوام میں بولی یا سمجھی جاتی تھی - چنانچہ حضرت قطب عالم (ولادت سنہ ۷۹۰ھ وفات سنہ ۸۵۷ھ) وحضرت شاہ عالم (ولادت سنہ ۸۱۷ھ وفات سنہ ۸۸۰ھ) شیخ بہاء الدین باجن (وفات سنہ ۹۱۲ھ) وسلطان شاہ غزنی (وفات سنہ ۹۲۲ھ) کے اقوال جو ہندی اور ہندی آمیز اُردو میں ہیں اب تک موجود ہیں - ان کے علاوہ شاہ علی جیو گام دہنی (وفات سنہ ۹۷۲ھ) کا پورا دیوان موسوم بہ جواہر الاسرار ہندی زبان یعنی قدیم ہندی آمیز اُردو میں اب بھی پایا جاتا ہے اور میاں خوب محمد چشتی (وفات سنہ ۱۰۲۳ھ) کی کتاب خوب ترنگ قدیم گجراتی اُردو میں ہے - یہ حضرات اپنی زبان کو عربی وعجمی آمیز گجراتی کہتے تھے - جس کے معنے قدیم گجراتی اردو کے ہیں - اسی طرح شاہ وجیہہ الدین علوی (وفات سنہ ۹۹۸ھ) اور ان کے بھتیجے سید شاہ ہاشم علوی (وفات سنہ ۱۰۵۹ھ) کے اقوال بھی اسی زبان میں اُن کے ملفوظات میں پائے جاتے ہیں - امین گجراتی نے یوسف زلیخا سنہ ۱۱۰۹ھ میں لکھی -

اگرچہ وہ اپنی زبان کو گوجری یا گجراتی کہتا ہے لیکن خالص پرانی اردو میں ہے البتہ کہیں کہیں گجراتی لفظ بھی آجاتے ہیں۔

زبان کی اس اجمالی کیفیت سے ظاہر ہے کہ اردو کی ابتدائی نشو و نما دکن کی طرح گجرات میں بھی بہت پہلے سے شروع ہو گئی تھی۔ یہ مقام اس مضمون کی مفصل بحث کا نہیں ہے لیکن سرسری ذکر جو اوپر کیا گیا ہے اس لیے ضروری خیال کیا گیا کہ قابل مولف تذکرہ نے اس کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ وہ قدیم گجراتی اردو کے شعرا کے حالات بھی اس تذکرے میں شریک کر دیتے۔ مولف نے اس بارے میں یہانتک احتیاط کی ہے کہ اگر کسی شاعر کے کلام میں کچھ اشعار پرانی زبان کے آگئے ہیں تو دانستہ ان کے انتخاب سے پہلو تہی کی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو تذکرہ **ثنا** جس میں وہ لکھتے ہیں کہ "محاورہ اش با محاورۂ حال فرقے دارد.... امّا این یک دو شعر کہ موافق محاورۂ جدید اہل گجرات است، از سفائن قدیمہ بہم رسید، دریں اوراق ثبت گردید"۔ ذاکر کے بیان بھی اشعار کے انتخاب کے وقت "زبان جدید گجرات" کا اعادہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ **ولی** کے متعلق بھی یہی فرماتے ہیں کہ "این چند اشعار محمد ولی کہ مطابق روزمرۂ جدید گجرات است از دیوانش انتخاب کردہ شد"۔ مولف کو قدیم زبان سے کچھ انس نہیں اور اس لیے انھوں نے نہ تو قدیم شعرا کا ذکر کیا ہے اور نہ متاخرین کے ایسے اشعار درج تذکرہ کئے ہیں جن میں قدیم زبان کی بو باس پائی جاتی ہے۔ تذکرے میں بارھویں اور زیادہ تر تیرھویں صدی کے شعرا کا ذکر ہے۔

اگرچہ وہ شعرا کے حالات سے زیادہ بحث نہیں کرتے اور نہ اس بارے میں تحقیق و تلاش کی زحمت گوارا کرتے ہیں، سنہ وفات وغیرہ بھی سوائے دو چار کے کسی کا نہیں لکھا، لیکن **ولی** کے معاملے میں انھوں نے پرانی بحث کو پھر چھیڑ دیا ہے کہ وہ گجرات کے تھے یا اورنگ آباد کے۔ سب سے پہلے میر تقی میر نے اپنے تذکرے میں

اسے اورنگ آباد کا لکھا ہے۔ یہ نہیں کھلا کہ اُن کی اس اطلاع کا ماخذ کیا ہے۔ ممکن ہے کہ عزلت کے بیاض میں (جس سے میر صاحب نے استفادہ کیا ہے) اس کا کچھ اشارہ ہو یا اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو۔ شفیق اورنگ آبادی نے بڑے شد و مد سے ولی کو اورنگ آبادی لکھا ہے۔ اور گجرات کی نسبت کو غلط محض بتایا ہے۔ لیکن خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی (معاصر میر صاحب) اپنے تذکرہ گلشن گفتار میں اُسے گجرات ہی کا بتاتے ہیں۔ قائم نے اپنے تذکرۂ مخزن نکات میں اِس کا مولد گجرات لکھا ہے۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم میں بھی اُسے گجرات ہی سے منسوب کیا ہے۔ گردیزی نے "دردکن چہرۂ ہستی افروختہ" لکھ کر چھوڑ دیا ہے کسی مقام کی تخصیص نہیں کی۔ سرور اور قاسم نے باشندۂ دکن اور شوق نے اورنگ آبادی لکھا ہے۔ آزاد نے بھی اس کا وطن گجرات قرار دیا ہے۔ یہ اختلاف ایک مدت سے چلا آرہا ہے اور اس وقت اس کا قطعی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ جو لوگ ولی کو دکن (اورنگ آباد) کا کہتے ہیں وہ اُس کا یہ شعر سند میں پیش کرتے ہیں۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور   اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

ایک دوسرے شعر میں دکھنی زبان کا ذکر یوں کیا ہے۔

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے ولی
لیکن نہیں بولا ہے کوئی اک شعر خوش تر زیں نمط

لیکن اس تذکرے کے مؤلف کی رائے میں "ملکِ دکن" سے وہ خاص خطہ مراد نہیں ہے جو گجرات سے الگ نربدا کے جنوب میں واقع ہے۔ تاریخی اور جغرافی نظر سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ فارسی تاریخوں میں گجرات اور دکن، گجراتی اور دکنی دو الگ الگ خطے اور باشندے ہیں۔ لیکن عام طور پر بعض اوقات دکن کا اطلاق اُس تمام خطے پر بھی کیا جاتا ہے جس میں گجرات بھی شامل ہے۔ اس کی سند تذکرہ

گلزار ابراہیم سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ صاحب تذکرۂ مذکور ولی کے بیان میں لکھتے ہیں
"ولی دکھنی، شاہ ولی اللہ، اصلش از گجرات و در شعرائے دکھن مشہور و ممتاز است"
اگرچہ وہ اسے گجرات کا باشندہ کہتا ہے مگر شعرائے دکن میں شمار کرتا ہے۔

اس تذکرے کا مؤلف بھی دکن سے یہی مراد لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ولایت گجرات
بہ نسبت دہلی و اکبر آباد سمت جنوب کہ ہندیان دکھن گویند واقع است"، نیز وہ کہتا ہے
کہ بلدۂ احمد آباد کے ثقات سے یہی سننے میں آیا ہے کہ ولی گجرات کا باشندہ تھا۔
چونکہ ولی کا اکثر زمانہ احمد آباد میں بسر ہوا اور تعلیم بھی وہیں ہوئی، سورت کی مدح میں
ایک مثنوی تصنیف کی اور گجرات کے فراق میں کچھ اشعار لکھے، اور اس کا مدفن بھی
احمد آباد میں ہے، اس لئے اکثر لوگوں نے اُسے گجراتی ہی قرار دیا۔ اور اس کا وطن
بجائے اورنگ آباد گجرات ہی مشہور ہو گیا۔

اگرچہ صاحب تذکرہ نے ازراہ انکسار محاورۂ شعرائے گجرات کے متعلق اہل دہلی
و لکھنؤ سے معذرت کی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ ان شعرا نے زبان اُردو کو بڑی خوبی سے
لکھا ہے اور ان کی زبان کسی طرح دلی اور لکھنؤ کے عام شعرا سے کم نہیں ہے، بلکہ
بعض ان میں استادانہ حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی زبان کی فصاحت اور صفائی میں
کلام نہیں ہو سکتا۔ تذکرے کے مطالعہ کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ گجرات میں اس
کثرت سے شاعر تھے اور شعر و سخن کا اس قدر چرچا تھا۔ میر عزلت اور میاں سمجھو
کی وجہ سے اس ذوق کو اور بھی فروغ ہوا، ان دو صاحبوں کے شاگرد کثرت سے تھے۔
گجرات کے مسلمان اُردو کو اپنی قومی زبان سمجھتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے اور جہاں تک
معلوم ہوا ہے اس خطے کے مسلمانوں میں اس کا عام رواج تھا اور اب بھی یہی حال ہے۔
افسوس ہے کہ اس زمانے میں وہاں شعر و سخن اور اردو ادب کی ترقی کا وہ ذوق و شوق
باقی نہیں رہا اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس شوق کو پھر زندہ کیا جائے۔

مؤلفِ تذکرہ قاضی نورالدین حسن خاں رضوی فائق بھڑوچ (گجرات) کے رہنے والے تھے۔ اس نواح میں ان کا خاندان علم و فضل کی وجہ سے بڑی عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا اور اب تک اس خاندان کے لوگ اسی عزت و وقار سے بسر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب مرحوم علاوہ عالم و فاضل ہونے کے شاعر بھی تھے اور فارسی اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اس تذکرے سے اُن کا ذوقِ سخن ظاہر ہوتا ہے۔ اشعار کا انتخاب ذوقِ سخن کا معیار ہے۔

قاضی صاحب مرزا غالب کے ہم عصر تھے اور اُن سے سلسلۂ خط و کتابت بھی تھا قاضی صاحب کے ایک خط سے جو مرزا صاحب کے نام ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی امر کی نسبت جو قدیم فارسی یا زردشتی مذہب کے متعلق تھا یہ لکھا تھا کہ جمشید جی پارسی سے (جو قاضی صاحب کا ہم وطن تھا) دریافت کر کے لکھیں۔ قاضی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ اس وقت سیٹھ صاحب یہاں نہیں ہیں آنے کے بعد آپ کا پیام پہنچا دونگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے فارسی زباندانی پر جو عبور اور زبان کے غوامض و اسرار پر جو قدرت جناب کو عطا فرمائی ہے وہ اس سیٹھ بیچارے کو کہاں حاصل ہے۔ اس کا مذہب زردشتی ہوا تو کیا ہوتا ہے۔ یہاں پارسی آئین زردشتی سے بیزار ہیں اور بہت انگریز پسند ہو گئے ہیں۔ بعض جو اب تک اپنے مذہب کے پابند ہیں وہ اصل کتابوں کو نہیں سمجھتے بلکہ بعض ژند و پاژند کی کتابوں کو گجراتی حروف میں لکھ لیا ہے جسے صبح و شام رٹتے رہتے ہیں۔ یہ خط بڑا پر لطف ہے۔

قاضی صاحب مرحوم نے اس تذکرے کا مسودہ بھی مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا، بعد ملاحظہ مرزا صاحب نے جو خط لکھا ہے وہ بطور یادگار کے اس تذکرے کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔

علاوہ اس تذکرے کے مرزا صاحب کی اور بھی کئی تالیفات ہیں جن میں سے

جواہر الفقہ اور تحفۃ العرفان مطبع نول کشور میں طبع ہو چکی ہیں۔ دو ایک کتابیں غیر مطبوعہ اب تک ان کے خاندان میں موجود ہیں۔ قاضی صاحب نے ۱۲۸۶ھ میں انتقال کیا۔

یہ تذکرہ جو انجمن نے طبع کیا ہے دو مختلف نسخوں سے تیار کیا گیا ہے۔ ایک نسخہ قاضی صاحب کے خاندان میں تھا جو آن کے قابل پوتے اور ہمنام قاضی نورالدین حسین صاحب نے بکمال عنایت و شفقت ہمیں عنایت فرمایا۔ دوسرا نسخہ بمبئی یونیورسٹی کا ہے۔ ان دونوں کے مقابلے اور تصحیح کے بعد یہ نسخہ تیار کیا گیا ہے۔

آخر میں میں اپنے قابل شاگرد مولوی شیخ چاند صاحب۔ ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، ریسرچ اسکالر (عثمانیہ یونیورسٹی) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بھروچ کے نسخے کے بہم پہنچانے اور دونوں نسخوں کے مقابلے اور قاضی صاحب کے حالات دریافت کرنے میں مجھے مدد دی۔

عبدالحق
سکریٹری انجمنِ ترقی اُردو (اورنگ آباد۔ دکن)
۳۰ / اپریل ۱۹۳۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فروغ بخشی نقش طرازی این سفینہ درشکِ کارنامۂ مانی شدن این نامہ بتوجۂ جلال
غواص سخندانی، باریک بین اشارات معانی، اکمل الاماثل میر کمال الدین حسین المتخلص
کامل کہ بخامۂ بلاغت طراز سحرساز آرائش۔

در گلشن حمد تو بیاں نیست مرا — سوسن مثلے نطق زباں نیست مرا
تن زدشدہ ام بصد زباں ہا کاملؔ — گویا کہ زبان در دہاں نیست مرا

اثنیہ وافرہ بہار پیرائے راسنر دکہ شگوفہ کاری ہائے غصون ارواح ریاض طبائع
سخن دراں رنگین گفتار از رشاشۂ غمام مکرمتش نخوت فروش گلہائے بہاری و مدائح متکاثرہ
باں نیساں آرائی کہ جلوہ فزائیہائے سموت یواقیت درو ح فصوص نکتہ رساں براقت
افکار از تشارق انوار مرحمتش حسرت فروز خطوط شعاع صہبائے دو آتشۂ نظم و نثر حریفاں
سرمست مے پرستی ہائے خمخانۂ سخن بہ کیفیت ستایش او تقدس و تعالیٰ از جرعۂ تا سبو درخمار زدگی
ہائے نارسائی ہزار لب بخمیازہ می کشاید و گلدستۂ لفظ و معانی نخل بندان تر دماغ نظارگی ہائے
بہارستانِ خیال بحقیقت ستایش او جل و علا از رنگ تا بو در خزاں نمائی ہائے بے ادراکی صد
خار شکستن بجامہ می رساید اگر آں ہمہ رنگیں ہاست کہ بجلوہ می نماید جز رنگ تغیر در نمی بندد و اگر
ایں ہمہ شگفتگی ہاست کہ بر رو میار دبے دفع خجالت بر نمی خندد آتش دل را ضبط نفس گر گہ مضبوط
است بنا چاریست ورنہ بیک گرمی شعلہ تا نفس بر کشند کارخانۂ شفق خاکستر آب گل را ربط
جمعیت کہ مربوط است از بیچارگی و گرنہ بیک لطمہ موجہ تا مژگاں برہم زنند آشیانۂ بلبل ابتر۔

اگر کشتی مے بگردش است تہ نشین ہا بہزار تلاطم موج خیز و گر دستۂ گل بہ بندش است
واماندگی ہا بہزار رنگ جلوہ ریز بلبل بپاس تسادی حال برنگ گل زبان سرود ندارد
عزم نالگی نغم ثنایش معلوم اما درین گلشن حروف تعارف کہ بجز سوسن نمی تپارد۔ اگر آہنگ
دام بر خود پسند دہم صدایش خیالیست موہوم و طوطی را بزہرہ نوائے ہرش آئینہ
عجز در پیش حیرت سنجی ہا رنگ فروز عالم تصویر است۔ اگر نوائے سرمی زند ہمنوائی
عکس خویش و نہ این ہمہ از نارسائی ہائے کنہش درماندہ اند کہ فصیح خوانان طلیق زبان و
بلیغ دانان ذلیق لسان برنگ ریزیہائے ستودش حمرہ خجالت یک دست بستہ و شایانست
بلکہ غواصان محیط دریا حباب معرفت کہ از کج و لطمہ آشنائی می دارند و از چار موجہ گرداب
شناسائی تا بپایاسہ دستاوری گوہر حقیقت سالہا کہ بقصرش میروند ہنوز چون کف آوارہ گرد
بالا گردان بردن جوشے بیش نسان کہ افضل مخلوقاتست و اشرف موجودات باوجود این
مدارج سرعنہ باعتراف کنہش بارناشناسی راحلیۂ اعناق گردانیدہ پس آن اشیاء
رذیلہ را چہ امکان کہ از عہدۂ سپاس برآید اما بچشم حقیقت بین نگاہ تامل درین نگارستان
نمائی ہر یکے رنگیست از فروغ انوار الٰہی اگر گل را قبائے شادابی دربر است و تاج عزہا
بر سر خار را از وکمتر مپندار و گر خورشید را فروغ جہانتابی میسر است و در رفعت
بمسیحا برابر ذرہ را از وپست پایہ مشمار کہ این ہمہ را باختلاف الوان و صور ظہوری از وست
بلکہ خود اوست کہ از خلوتخانۂ غیب بکثرت گاہ شہود متجلی شدہ بجلوہ ہائے رنگا رنگ خود ز
استلالے و این ہمہ خون گریہائے چمن طراز ظہور بہر یک گل سر سبد عدم آنست یعنی آنجناب
وحدت منزل کثرت نشان و فصیح امی لقب لدنی بیان لامکان سیر از مکان گذشتہ
براق سوار دینہار رفتہ بازدارندہ جبرئیل بجائے قرار مستمند فرمائے پیغمبران بہ تمنائے امت
در مراتب جلیل و پایہ بلند ساز امتیان کہ انبیاء بنی اسرائیل قرآن تنزیل مہبط جبرئیل خاتم
المرسلین باعث ایجاد تکوین سرور انبیاء سید اصفیا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ مرقع آرائے ندرت نگارد جود ہر کجا نقشے کہ برآمد رنگ پذیر حسن ظہور او ست و صحیفہ پیرائے بدیع طراز شہود ہر کجا رنگے کہ بربست جلوہ گیر لمع نور او **و اما بعد** وضع کلینامہ اہور سخن بہ پرمویہائے مضامین خویشتن آرا آئینہ یوسف نمائے و پیش دار د نظارگیان را ہوائے زلیخائے در سرفہم معانی دلفریب وضع خراش پرستندگی است کہ بسزگوئی ہائے تحقیق تدقیق تا خم گردن چاک گریبان نگیرد نکتہ دانی از تیرہ درونان روشن دیدہ مالیہائے غور عمیق تا غبار عبارت سرمۂ چشم نگردد باریک بینی از دیدۂ تصویر سبرہن زہے نسخۂ بے نظیر و مجموعۂ دلپذیر کہ بکتائے معانی از قید دوی وارستہ و بکثرت لطف مضامین بدلہائے خلایق حاجت بدلی نیست کہ بتماشائش درآید و دلے نماند کہ بدلربائش نپرداز دلشت گرمی تماز آفتاب رنگ ہر لعلے کہ بمعدن ریخت بصد جان نثار گوہر معانی ثمین گردید و خون گرمی اہتزاز شمال ہر غنچۂ گلشن کہ بروئے آب آورد ہزار دلفگار دستہ مضامین رنگین اگر دائرہ فلک است جز بہ آہنگ بلا گردانی سرے ندارد و اگر کرۂ زمین است جز بہ نقش محویت خبرے قیس و مجنون وحشی این ویرانہ است و کوہکن بے تواں یکے از عمود این ہوا خانہ جنون جولانی ہائے ذوق نکتہ دانی بعجز نارسائی ہائے بلاغت فقراتش ہزار جادۂ بے استعدادی ہا درپانوردہ خیال جہان گردی دشوار و گریبان چاکیہائے شوق ورق گردانی بجوشش نظارگی ہائے تماشائے صفحاتش صد گلشن سینہ ریشہا وانمودہ سبزۂ خوابیدہ زہر خوردہ۔ بہار نگار از بوقلمونیہائے گلہائے مضامین رشک صد گلستان در یک دامن است و از شگفتگی ہائے خیالات رنگین یک فلک خون شفق بر گردن اگر جملہ بتان چین است جان دادہ یک کرشمہ جہان برباد او ست و اگر ہمہ خوبان نازنین است زخم خوردہ نیم عشوہ ستم ایجاد او تہی دستان قسمت از زر افشانی اوراقش سرمایہ اندوز دولت جاوید اند و سبز بختان منبت از ورق گردانی اجزائش ثمریاب نونہال مید رنگینی نثر دلپذیر ررونق شکن باغ کشمیر است و خیال بندی نظم با ہر صیدگاہ نسر طائر ورق گردانی مخزن شعر انداز جنبش شمال و صبا و فقرات

مضامین دلکشا رشک فزائے سیر وسبا بلبل شیراز صفیر سنج نغم طرب ریز این گلشن است و طوطی
ہند نوا سرائے ترنم دلاویز ہمیں چمن بجلوہ نمائے سواد مکتوبش شمع ادراک صائب فکر
آں باہتاب نورانی نخوت گزیدہ وبصورت پذیری شاہد مضامینش مرأۃ خیال سلیم طبعان
باکارنامۂ مانی سبقت بریدہ ولب کشائی فصل بین سطورش خندۂ ساغر بجائے خمیازہ نمودن
دار جلوہ فزائے نقوش خطوطش چشم تماشائیان در مقام حیرت افزودن بہ زنجیر بندی سطورش
جلال اسیر یکے از مقیدان دیدہ آویزی حروفش مرزا بیدل یکے از دادگان گل سوسن بہم رنگی سواد
مکتوبش کوتہ زبان شکر گذار بہار است ونرگس گلشن بمشابہت عین مرقومش چشم کشائے منت
نمائی ہا صفحۂ رنگینش کارگاہ بہار سازی سخن شناسان وجدول جادو فریبش حصار سحر خوانی
فصیح بیانان سیاہی حروفش توتیائے چشم بینش وسرخی شنجرف گلگونۂ لب دانش بزنگاری
نقوش طلائیش پنجہ خورشید رو ساختہ وبسبز کاری مینائے دلربائش رنگ نیلم دل باختہ۔
ہنگامہ افروزی مضامین رنگینش طاس فلک را بگرمی آوردہ حمرۂ شفق را جز بتابش
نتوان انگاشت آتش را سبب حلم کرہ زمہریر دارد حسود را چہ عجب کہ اگر بکاوش نکتہ چینی
انگشت بردارد انگشتش نماید ورشک زندگیہائے نقوط پرکارش بیم اصابت عین الکمال
ناقص نظران چہ سپند اختر خاکستر مجمرش نگردانید کہ از چشم ناتوان بینان ضررے بردارد رباعی

این غنچہ بہر کس کہ بہارے بنمود — چشمش بفروغ اعتبارے بنمود
گر باغ جنان ست و گر خلد برین — زیر نظرش آں ہمہ خارے بنمود

تعالی اللہ چمن سامانیہا بکام طرب آب بادہ است وبوقلمونیہا صرف گلگونہ لب
بادہ خندہ ساغر شگفت گل می نماید وقلقل مینا نغمۂ بلبل نائے مغنی دلکشا بگرمی چنار
گلوسوزی را بکار بردہ وپردہ ساز جاں فزا رونق برگ گلہائے بہار نسیم رضواں ہنگامہ زن
است و جلوۂ طور زبانہ فگن خلیل را ہوائے نظارگیہائے تماشائے شوق بصد رنگ
محویت دیدہ باز کردہ آبے ندارد وکلیم را سرگرمی اثر جوشیہائے تمنائے ذوق بیک

نقش حیرت از خود بردہ تابے نہ کامل رنگیں بیان را زبانِ مدح خوانی بے کم و کاست باید کشاد و خامہ پرویں فشاں را طراز گوہر فشانی در وصف و سپاس توان نہاد **قطعہ**

رنگِ حیرت بسکہ می ریزد گلش جلوہ ٔ — عندلیباں را زباں ہا از نواہا لال بود
شمع محفل بال و پر می سوخت از پروانہ — گرد گردیدن محال از عاشق بے بال بود

بسخنورانِ شایق و نکتہ پروران فایق پوشیدہ نماند کہ اگر دیدہ دادگرا نہا بکشود آید ہر آئینہ مردمِ دیدہ ورے را در نماید کہ فایق سخن طراز معنی نواز چہ دقت ہا کہ برجانِ الفاظ و معانی نہ نہادہ و چہ نیرنگی ہا کہ بکام و زبان رنگیں بیانیٔ ریختہ را از و پایۂ رفعت گردید و اُردو را برنبا بہا فتح و نصرت تنقید پارسی ضرب شہر دا شد و زبان تازی صدائے عنقا اگر کلکش از ریختہ ریختہ دری را و جامہ دری ہا بمثال رفت. و خامہ اش از اُردو نوشتہ تازی را ترک و تار بپامال پارسی را اگر ملاحت دانند ہمیں است کہ از شور ہندی نمک ریش پارسیاں کشتہ و عربی را اگر عسل خوانند ہمیں کہ شہد مرارت سکرات عریاں شدہ از روئے کہ طبع مشکل پسندش وقت آفرینہا در خصوص ہندی فرمود الحق کہ نہ کسیے را در عربی ذوقے ماندہ و نہ از پارسی شوقے بہ ہیں کہ دریں زماں خاطر اکثر شعرائے مسلم طرف ہندی بجد کمال مائل است و ترجمہ کتاب مستطاب خداوند متعال در زبان اُردو مستقیم ترکیے از دلائل خوب شد کہ ظہوری پیش ازیں مرد و طغرا خود را بعدم برد و رنہ ظہوری را اگر دریں وقت خفاء نبودے ظہوری از خفت در کشیدے و طغرا را اگر نقش حیات زائل نہ گشتے نشست قطع نویسے بزانو خجلت در گزیدے۔ **بیت**

نہ ایں جا حرف طغرا راست نغزے — نہ انشائے ظہوری را ظہورے

چشمیکہ از تحریرش ہیچ ندیدہ و گوشے کہ از تقریرش ہیچ نشنیدہ سنجیدہ اش سنجیدہ تر است و پسندیدہ اش پسندیدہ تر عرفی را بمباہات تناسب وطن مالوفش چہ نخوتہا کہ برجان خود فروشی نیست و کامل را فخر تناسب ہم نبا نیش چہ نازہا کہ

بعزم سرگوشی دانش فکرش دقت دارد و فهم رسائیش نارسائی درافزائش از همه
تفریط آید و تفریطش از همه افراط نماید مسند شریعت از و زینت پذیر است و جامهٔ
فضیلت بر و زیب گیر بدل بستگیهائے نازک کلامی سخن ظریفان طبع رسا بلند پروازی
طائر خیالش آشیان بند شاخ طوبا ست و بخود رفتگی ہائے سخن رسی ہم طبعان عالم بالا
بال کشائے شہباز مقالش اوج نشین شجرة المنتہی اگر سخن را فروغ خورشید است ہم از
آسمان والا دست و گر سخن را جلوهٔ گل است ہم از بوستان دراز منظوم نظمش مجموعهٔ پریشانی
دقت شناسان منظوم است و از منثور نثرش جمعیت حواس نکته دانان منثور. شعر

کلامش لذت افزائے سخن دان　　پسند خاطر مشکل پسندان

مفتنع کشائے ناطورهٔ سخن بغنج و دلال دلربائی جلوه ظهور بر نگرفته تا باتصاف توصیف
آن سخن دستگاه متصف نگردد و معجز پردازی محبوبه معانی بحسن و جمال خوش نمائی
رنگ قبول در نه بسته تا باعتراف تعریف آن معانی پناه معترف نباشد طراوت
اندوزان رنگ الفاظ از بوئے فهم عبارتش مالامال تر دماغی و دریافتگان رطب و یابس
سخن از درک معانیش باعتدال خوش مزاجی شکر فروشی سخنان شیرینش حلاوت
بخش تلخ دهانی است و علیل نهمان خام طبیعت را پخته گوئی کلامش نسخهٔ شفا دانی از بند بندش
مضامین فکر بلندش شیرازهٔ نام آوری سخنوران شیراز گسسته تر داز فصاحت گستری
طبع ارجمندش لوح هیچمدانی بر سر فصیحان حجاز شکسته ترینهٔ ندرت نگاری خیالات رنگین
تمام ایران پامال گردیده خامهٔ مشکین او دیجوہر فشاری عبارات نور آگین یک صفهان سرمه
کشیده غبار نامهٔ گوهرین او دستاویز سحر بیانان بلیغ کلام گفتار جادو طرازی او دست
که باهنگ خوش بیانی مرغوله نوا سرائے سبر دماغ فردشان درگاه لااوبالی نهاد و بجل فصیح
زبانان سحبان مقام کلام سحر پردازی او که بقانون چرب زبانی زنگوله خوش نوائے مدباغ
نخوت پرستان بارگاه الهی در داده سر آهنگی ایجاد و دقت فکر عمیقش یا بداع بدائع

میانۂ درین خمکدہ رنگے بستہ کہ فلاطون را جز طنطنہ ارغنون ساز دبرگے نماند ؤ
ارسطو بتحصیل آوازہ اوازہ شاگردی جز قانون طیرہ شناسی حرفے در مشائیان نیان
نزاندہ جوہر شناسان آئینۂ خیال از باریکی مضامینش سرمہ نبر دیدہ حیرت اند و مخمور
طبعان خمخانہ مقال از کیفیت معانیش بادہ ریز شیشہ فطرت دقت سخنش بتنگنائے
خاطر دقیق فہمان عقد تحیر بستہ جودت ذہنش بتال سرائے دماغ مشکل پسندان
زنگ تفکر شکستہ طائر گلستان فکر بلندبسامت عروج سخنش بلند پرواز عجز بے
مقداری و مرغ تیزبال اندیشہ ارجمند بسایہ رفعت کلامش سرفراز نفس شماری. **شعر**

عروج سخن حرفے از پایہ اش　　　بلند سرافراز در سایہ اش

طرح انتخاب اشعار شاعران نہجے کہ مطبوع طبع دقیقہ سنجان معنی شناس افتد ساختہ و طرز اقتباس ابیات سخن طرازان
بنوعیکہ مقبول خاطر نکتہ سنجان بلند قیاس آید پرداختہ درین تذکرہ **مخزن شعرا** کہ چون خزانہ
بے انتہا از گوہر تفکرات شاعران مملو است فی الحقیقت داد سخنوری و سخندانی
مراد نمودہ کہ بدیگرے از مشکل ہم نتوان پرداخت در تبۂ ہر کس کہ فراخور قدر سخنش
زیبے نماید از سر انصاف ثبت فرمودہ بل دقیقہ فرو نگذاشت بمنت تازہ فکریہا بسخن
آفرینی پے ہر نفس توان کشید کہ بخط سخن رسی و سخن شناسی ممتاز روزگار گردانید
و از لذات سخن و مذاق معانی شربے بعالی طبع بلند و قار رسانید و نہ زین کنایت
بہر کس پایہ می رسد کہ ہم بخوش گوئی بساطے فراترا فگند و ہم بخوش فہمی کمندے بالاتر
اندازد و فی الجملہ کامل تراز خوان کج مج زبان کہ بہرزہ درائی صفحہ آرائی می دارد در
بہن سمراد مناحش آنچہ فہمیدہ و بذردہ قدر سخنش انچہ دیدہ در کجا می خورد کہ
بزمرہ اش درنماید و بسخن مدح و مدح سخنش لب کشاید مگر بستودنش می ستانیدش و
بسرائیدنش می سرائیدنش مدح خوانیش و قارے فزمود دسخندانیش اعتبارے
افزود از قدردانیش چہ قدر بالیدہ ام و بسخندانیش چہ قدر سنجیدہ ام حرفے کہ گزیدم گزیدہ

وسخنے کہ درزیدم ورزیدہ شد بتقریرش رنگیں بیانی دارم وبتسطیرش گوہرفشانی صریر خامہ رابرداستان سرائے بلبل گمانے است وتحریرنامہ راازجلوہ فزائے گل نشانے رباعی

رنگ سخنم بہار توصیف تو — نقش رقمم نگار توصیف تو

برصفحہ کاغذیں کہ سرمی فرسود — شد خامۂ ما نثار توصیف تو

امامی دانم کہ مدعیان راچہ دعوے درپرداختگے خواہد آمد وبدگمانان راچہ گمانے درساختگی ہمانا اولیٰ دانم کہ ازرجحان اطناب بایجاز گرایم وازیں درازنفسیہا لب بخموشی نمایم۔ رباعی

کاں ہوس مدیح سازی تاچند — ازخامۂ نے فسوں طرازی تاچند

درنقش ونگار رشک چیں اوراق — جادو رقمی طلسم بازی تاچند

دیباچہ لمؤلفہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیٰ ترین سخنے کہ بلغائے بلاغت بیاں سخنوری وشعرائے فصیح لساں نکتہ پروری باں درقیل وقال اندخالقے راسزد کہ مشام دقیقہ سنجاں نازک خیال رابنکہت گلہائے رنگارنگ مضامین طرادت بے اندازہ بخشید وکشت زار طبع سخنورانِ سخن رس را بآب رسائی فکر سرسبز وشاداب گردانید کریمے کہ ازابرنیساں فکرلالی شاہوار معنی در صدف سخن انداخت درخشاں ومضامین والفاظ رنگیں رادرکان ذہن رشک افزائے لعل بدخشاں ساخت بحمدہ علی ماتو مطالع قلوبنا بانوار ہذہ السراج المنیر ونشکرہ علی ما احسن التی بثمرات اللطایف ہذہ الامر الخطیر صلوٰۃ فراواں وتحیت بے پایاں برروان پاک افصح ولد عدناں ونبی آخرزماں کہ صیت فصاحت رادرچہار دانگ عالم بلند آوازہ

گردانید و گم گشتگان بیشۂ ظلمات ضلالت را از کلام روشن بیان نور ایماں بخشید۔ شعر:۔

طاقت کجا و زہرہ کجا دارد ایں قلم　　تحریر نعت احمدؐ مختار را کند

صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ الکرام و اصحابہ العظام الی یوم القیام۔ اما بعد برائے مہر انجلا ارباب ذہن سلیم و ضمیر خورشید ضیا اصحاب طبع مستقیم روشن و مبرہن باد کہ فضیلت فن شعر نزد دانشمنداں عالی منش و عالی منشاں والا دانش ثابت کہ ہیچ علمے بے تعلم و تعلیم حاصل نیست بجز ایں ہرگاہ کہ فیوضات رحمانی و تلطفات سبحانی بر طبع شاعر نازل می شود بے اختیار نکات بے نظیر و مضمونات دل پذیر بر دل الہام منزل ورود می یابد بہذا خلفائے راشدین و صحابۂ طیبین رضوان اللہ علیہم اجمعین اکتساب ایں شغل فرمودہ چنانچہ از کتب معتبر سیر و تاریخ مستفاد روی عن جابرؓ قال سمعت علیاً ینشد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم یسمع **قطعہ:۔**

انا اخو المصطفیٰ لاشک فی نسبی　　بہ ربیت و سبطاہ ہما ولدی

جدی و جد رسولؐ اللہ متحد　　وَ فاطمہؓ زوجتی لا قول ذی فندی

قال فتبسم رسول اللہ صلعم و قال صدقت یا علیؑ ایں دو بیت از کلام معجز نظام شاہ مرداں و شیر یزداں علیہ التحیۃ والسلام اشتہار تمام دارد شعر:۔

جراحات السنان لہا التیام　　ولا یلتام ما جرح اللسان

سبقتکم الی الاسلام طراً　　علاما ما بلغت آوان

حسان ابن ثابتؓ کہ از فصحائے شعرائے عہد رسول الثقلین بودہ بارہا بحضور آں صدر نشین بارگاہ نبوت اشعار طبعزاد خود میخواند و مورد تحسین و آفرین از زبان وحی بیان مصداق ما ینطق عن الہویٰ ان ہو الا وحی یوحیٰ میشد پس اقوال صحابہ بر فضیلتش

برہانے است ساطع و دلیلے است قاطع حسبنا اقتدارہم علی العموم الویت ایشان ثابت چنانکہ گفتہ اند **بیت** :-

درحرمِ بارگہ کبریا ۔۔۔ پس شعرا آمد و پیش انبیا

اشتغال این امر پیش دانش وران عالی فہم خالی از فضیلتے نبودہ اکثرے از محبان راسخ دم و دوستان ثابت قدم پیوستہ عرایس افکار را بزیور متانت و حلیٔ فصاحت آراستہ جمال زیبا مثال آن نہار انبظار دوالمعنی ان و ارباب سخن طرازان در آوردند و گاہے بپاس خاطر احبا تعمیل و اصرار و ابرام ایشان ز دلنشین گمنامی نور العین ابن قاضی سید احمد حسین رضوی الشیرازی فکر سخن میکرد میخواست کہ منتخب دلنشین و خیالات رنگین ایشانرا بہم آغوش صفحہٴ کاغذ حفظا در آرد کہ بجہ رنگ ہنگامہ قیل و قال گرم ساختے و بچہ طرز خیالات روشن دریافتے لیکن مقصد قابل مرور شدہ یا دقاست سطیر این مدعا در گرد تعوق افتادہ و مرکوز خاطر حسن ظہور نیافتہ تا آنکہ دریا والا محبی مشفقی **میر عباس علی المتخلص شوق** کہ شوق کلی درین فن میدارند باعث این معنی شدند محب گرامی نژاد و مکرم عالی ہنر والا مناقب **میر حیدر** صاحب المتخلص **بسائل** زیادہ تر باعث و موکد شدند کہ فضلائے زمان ماضی فصلاً تاریخ سلاطین عالی مکان و حکام ذی شان و ملا فیط بزرگان دین تحریر کردند کہ تا الیوم یادگارشان باقی است لیکن تا حال حدے از تحریر احوال خوش خیالان این اماکن پرداختہ ایدون اگر اشعار موزون طبعان این بلاد خلد آثار مع حال شان بعبارت روزمرہ ثبت افتد ہر آئینہ عشاقان سخن شایقان این فن را موجب انشراح و سبب ریلح شود تو دو معزز الیہ غایت منوط و رابطہ اتحاد نہایت مربوط است ابتحاج لمرآن عالی مقام ہم مہام دانستہ کمر جہد بفحوائے السعی منی والاتمام من اللہ بستہ سائی جمع و ترتیب شدم چون این اوراق خزینہ از جواہر زواہر معانی سخنوران و درغرر خوش بیانی نکتہ پروران است موسوم **بمخزن شعرا** کردہ شد

چشم از استادانِ دہلی و لکھنؤ وغیرہ اینکہ اگر دریں صیدگاہ از عین انصاف در محاورہ شعرائے گجرات بالغزی بینند آہوگیری نکنند و ہمچوں قلم انگشت بر حرف ایشاں نہ نہند و نیز بر توارد مضامین احتمال سرقہ نفرمایند بجہت آنکہ دواوین و اشعار اساتذہ انجانا بہ بعد مسافت تمامی تا ایں جا نمی رسند توقع کہ مقبول دقیقہ سنجانِ دوربین و منظور دوربینانِ بلاغت آئین گردد۔

حرف الالف

احسن تخلص محمد حسن نجیب آبادی الاصل مدتیست کہ در سرکار نواب حسام الدین حسین خاں ملازم شدہ مردیست نجیب و کہن سال شاعر خوش کلام شیریں مقال از عمدہ سخن طرازان ایں حوالی میباشد بلکہ احسن شعراست کہ اکثر مضامین را بحسن الوجہ می بندد صاحبِ دیوان است آنچہ اشعار ایشاں در رتبۂ عالی واقع شدہ عالی تر انداز این عندیب لسان اوست کہ لب خامہ اکنوں بداں آشنائی شود۔

تختۂ گل کو خزاں سے جو پریشاں دیکھا ۔۔۔ تو نے کن آنکھوں سے اے مرغ سحرخواں دیکھا

زنہار دو با ہم نہ ہوں دیوانے بھی یک جا ۔۔۔ ہم آئے تو مجنوں کو بیاباں سے نکالا

طپش دل کا مرے آپ کو گر ہے نہ یقیں ۔۔۔ میرے سینے سے ملا دیکھئے سینہ اپنا

احساں چمن یہ ہے تری کس بات کا سحاب ۔۔۔ اس کو تو آب چشم نے میرے ہرا کیا
گالی کسی کو دیویں کسی کو وہ جھڑکیاں ۔۔۔ بس پر ہے حکم کوئی نہ بولے کہ کیا کیا

مچائی دھوم ہے مجنون نے اہلا وسہلا — ابھی کھلا ہی نہیں گھر سے ناقۂ لیلا

خدایا خیر کیجو اب کے دل بیڈھب تڑپتا ہے — نکل آوے نہ سینے سے یہ مارا اضطرابی کا

چاندنی بھر کے ہوئی مہ جو چھپا آدمی کا — وہ مہ چار دہ گھر سے جو لب بام آیا
اندیشے سے اس ناوک مژگان کے حسن — طاؤس ہر یک پر پہ ملگا کر سپر آیا

جواب بات کا بے علم سے جہل — ندا کی جیسے کوئیں سے صدا بجائے جواب
جبھی سے آنکھوں سے حسن کی اڑ گئی ہے نیند — جو پہنے دیکھا ہے اس بت کو جامۂ کمخواب

بالا ہے یا بلا ہے فتنہ ہے یا قیامت! — قامت نہیں یہ یار و قد قامت القیامت

رکھتے نہیں کسی کے ترحم کی آرزو — ہم کو مزا ملا ہے یہ اسکی جفا کے بیچ
مہندی لگا کے کیجئے پامال میرا خون — ہوگا نہ آشکار یہ رنگ حنا کے بیچ
ہے بعد مرگ بھی دل بیجاں بسوئے یار — تصویر مرغ جوں پھرے قبلہ نما کے بیچ

روز مرجلتے ہیں جن آنکھوں کے مارے تین چار — آج ہم نے بھی وہاں مارے نظارے تین چار
خوبیٔ قسمت یا اپنی اور حسن اتفاق — ورنہ ہو جاتے ادھر کو کب اشارے تین چار

کیا وصف طول زلف کا پوچھو ہو دوستو — یہ داستاں دراز ہے کہئے کہاں تلک

تھے بادہ و صبوحی گلشن میں گو مہیا — آپس میں مل کے روئے ہم اور سحاب تجھ بن

ایک سے لاکھوں ہوں دل بستہ اگر کھولیں زلف — آنکھیں کتنے ہی گر ایک کو آزاد کریں
ہو نہ برباد کسی طرح ٹھکانے تو ہو خاک — دفن قمری کو تہِ سایۂ شمشاد کریں

اللہ رے جنوں دیکھیں انجام ترا کیا ہو — پہلے ہی سوئے صحرا یہ پاؤں نکالے ہیں
دل کا تو مزا چکھا ہے درد جگر باقی — یہ دشمنِ جاں احسنؔ کیا پہلوؤں پالے ہیں

بدنام چھیڑنے سے تو ہوتی ہے کیوں نسیم — اک دم کی زندگی جو ملی ہے حباب کو

باغ میں جب بہار آتی ہے — اک شگوفہ نیا ہی لاتی ہے
گل کترتی ہے اک نیا ہی صبا — رنگ سو طرح کے دکھاتی ہے
عشق پروانے کا ہے اے بلبل — تو تو باتیں عبث بناتی ہے
دن تو جوں توں کٹا پہ احسنؔ پھر — وہی فرقت کی رات آتی ہے

اس رات اندھیری میں اگر تو نکل آوے — مہتاب شب چاردہ ہر سو نکل آوے
دیکھے جو بیاباں میں پریشاں مجھے احسنؔ — مجنوں کی بھی آنکھوں سے تو آنسو نکل آوے

گلوری کھا کے بانوں کی جما نا لب پہ مسی کا — دھواں نکلے ہے شعلے سے یہ شعلے سے دھواں نکلے
کھڑے ہیں لڑکے ناکے باندھ بھر بھر جھولیاں پتھر — مزا کیا ہو کہ احسنؔ بھی جو بھولا آ وہاں نکلے

اڑکر نکلا ہے چھتری دل برطناز حسن — سر سے پاؤں تک منقش جوں طاؤس ہے

دل سے یہ نقش نہ اکھڑے گا مرے تا لب گور — اس نے مہندی لگے ہاتھوں سے جو کنگن مارے

اشک جو گرتے تصور میں دُر دنداں کے — رولتے خاک بھی وہاں جاکے تو گوہر ملتے

خاکستر پروانہ بہاوے گی جہاں سے — گریاں رہی شمع اگر رات بھر ایسی

احسان تخلص بہد تو امین حلم و احسان محمد احسان عرف پیارے جان خلف میر حسن از سادات رضویہ و از امرزیان نامی دولت مرہٹہ مولد و محل نشو و نما و قصبہ بروڈ بو فور عقل و دانش ممتاز ہمعصراں و در حسن اخلاق یکتائے زماں۔ در فارسی خط نیکو می داند از روزے چند شغل ایں امر می نمایند و اصلاح سخن از خال خود سید اسیر صاحب مغفور میکنند از ایشانست

سُنتے ہی تیری بول چال ہمیں — نہ رہی طاقتِ مقال ہمیں

وہیں آنکھوں سے بہ چلے آنسو — جب کہ آیا ترا خیال ہمیں

احمد تخلص ہادی دہر اُستاد عصر جامع علوم و نکات حاوی مسائل و روایات، کشاف مشکلات حلال معضلات مقبول بارگاہ ملک الصمد مولانا مخدومنا سید احمد نور اللہ مرقدہٗ اصل از خجستہ بنیاد احمد آباد در جمیع فنون عربی و فارسی فرید دہر و مرجع الافاضل زماں اکتساب علوم ظاہری از سید میر عالم صاحب و اشغال باطنی از حضرت بڑا صاحب خدا نما نمودہ بیشتر مطمح نظر قدسی اثر بتدریس و تعلیم بود بسیارے طالبان علم استفادۂ علوم میکردند باوجودیکہ در جمیع فنون یکتا و بے ہمتا بود اما ریاضی والہیات ختم بر ذاتِ شریفش شد و رسالہ چند در ریاضی والہیات از تصانیفش یادگار روزگار است و اُستاد نا مولوی نور محمد صاحب کہ از اعظم فضلا، و

مشاہیر علماء احمدآباد است ارشد واکبر شاگرداں مولانائے مرحوم است بالجملہ حضرت
مولانا تا عرصۂ سی سال در احمدآباد مصروف تدریس بودہ بعد ازاں کھنبایت را از
قدوم میمنت لزوم رشک بغداد و صفاہان ساخت اہل آں بلدہ آمدن آں مخدوم
عالم را فوز عظیم و نعمت غیر مترقبہ دانستہ کما ینبغی در تعظیم و تکریم و اکرام میکوشیدند و معتقدانہ
سلوک بجا می آوردند راقم نیز در صغر سن وقتیکہ مولانا وارد احمدآباد بودند ہمرکاب حضرت
بزرگوارم رضواں آرامگاہ قاضی محمد صالح صاحب قدس سرہ کہ جہت ملاقات مولانا میرفتند
سعادت اندوزی خدمت حاصل نمودہ آخر در سنہ خمس وخمسین ماتین بعد الالف در کھنبایت
بگلگشت روضۂ رضواں خرامید اگرچہ در زبان تازی و دری اشعار بسیار داشت و در
اُردو عدم التفات میفرمود اما ایں شعر بنام نامیش مشہور است تیمناً و تبرکاً ثبت ایں
اوراق می شود۔ وہو ہذا

توڑ کے دل کو مرے اُٹھ کے چلا جاتا ہے — اے صنم کس نے بتائی تجھے کعبہ شکنی

احمد[1] تخلص سالک مسالک طریقت واقف رموز حقیقت منبع فیوضات
حضرت شاہ میر احمد اللہ المعروف بسید چھوٹے صاحب خلف میر حفیظ اللہ صاحب
مرحوم اصل از خاک پاک ایں بلدۂ شریفہ و از سادات گرامی حسینیہ با فزونی مراتب
دانش سر حلقۂ ہوشمنداں و بزیادتی فہم و بینش سرچشمۂ دانشوراں عالمے اند باعمل و
در فنون علمیہ فاضلے است واکمل انوار زہد و اتقا از سیماء نورانی سیماہم فی وجوہہم من
اثر السجود پیدا و آثار ورع و سداد مثلہم فی التورات ومثلہم فی الانجیل در ذات حقائق
صفات ہویدا با وجود نشاء بخت مندی ساغر خاطر عرفاں ماثر از جوش رحیق مشاہدہ
الٰہی مالامال و صراحی دل لاہوت منزل بر ذوق صدائے قلقل اذکار خدائے لایزال
مستے ہست کہ باشغال تصوف بیشتر است رغبت بدیگر علوم کمتر اوقات متبرکہ روز و شب در

---

[1] میر احمد اللہ بعد تحریر ایں اوراق در ماہ شعبان ۱۳۲۳ھ بعمر [illegible] از بیماری ہیضہ انتقال کرد۔

تجرید و مراقبہ مصروف معہذا گاہے بتکلیف آشنایاں کلامے پُر از اسرار و معرفت می فرمایند
از سخنانِ حقایق بیان این است

دل کے شیشے میں ہے عکسِ رُخِ انور پیدا
عین مشہود میں ہے جلوۂ دلبر پیدا

احمد تخلص ثمرۂ شجرۂ سیادت سید احمد میاں از مشائخ زادگان این
بلدۂ متبرکہ سلسلۂ نسب بحضرت محبوب صمدانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ میرسد
دستِ ارادت در خاندان قادریہ دادہ چونکہ از ایام صغرِ سن شوق کسبِ باطنی و اتباع
طریقۂ نبوی بیشتر است تبتل و توکل را شعار خود ساختہ از دنیا و اہل آن گریزان و لہذا
شغل علوم ظاہری غایت کم بلکہ رغبتے بکلے نیست لیل و نہار مصروف صوم و صلوٰۃ و مشغول
درود و طاعات اند اکثرے از قوم نوایت مرید معتقد و گرویدہ ایشان اند گاہے بابرام محبان
صبحی فکر مضامین ریختہ می کنند اکنون از آن معترض کلی است بعد تفتیش انچہ کہ یافتہ شد
بتحریرش می پردازد و آن این است

نہ آیا کرکے وہ اقرارِ شب کا گھر مرے ہمدم
جواب سنتے میں اتنا ہے تو نظریں کیا چراتا ہے

اخلاص تخلص امیر ذوالکرام عبدالرحمن خان نام عرف سیدو میاں خلف
نواب مبارز الدولہ ابراہیم یاقوت خان بہادر نصرت جنگ المشہور بنواب باؤلی قصبہ
سچین من مضافاتِ سرکار سورت امیرزادہ ایست متصف بصفات پسندیدہ و رئیسے
است مجمع اخلاق حمیدہ عرصہ چند سال است کہ راغب شعر گوئی اند ابیات رنگین و
نظم متین می دارند گویند در مکان فیض بنیانش محفل مشاعرہ منعقد میگردد صاحب
دیوان اند و یک داستان عشقیہ بطریق مثنوی قریب چند ہزار بیت بفصاحت تمام گفتہ۔
اگرچہ در تحصیل این فن چندان رغبتے نفرمودہ باوجود آن با بالغز بہائے شاعری در سخن کمتر راقم
آثم ہنوز شہد صحبت ایشان نچشیدہ مگر از مطالعۂ اشعار مستفاد گردید کہ اکثر مذاق کلامش
ہم افکار شیخ ناسخ است و این ہم بر علو طبع ایشان دلیلے است بیّن چنانچہ ماہران این فن

در تصانیف خود ہا نوشتہ کہ با شاعر اعلا طبع ہمطرز بودن دلالت است بر تیزی
فکر شاعر الحاصل اکثر کلمات شیرین نمش کم از قند مکرر نیست این از خلاصہ افکار خالص خلاص است

میں ہو کے خاک بھی رہا گریاں فراق میں — اشکوں سے میرے تر رہا دامن نسیم کا
وصف اُسکی ہم نے سرو پوشاک کے لکھے — ہر شعر ہے ہمارا صحیفہ کلیم کا

جو قریب خانہ آیا اُس کو دیوانہ کیا — سایہ پر یوں کا بنا سایہ تری دیوار کا

دیدۂ حے گوں کا ساقی ہے جنوں — سلسلہ ٹوٹے نہ دور جام کا

نہ توڑ یوا سے بدمستی میں تو اے ساقی — جو شیشہ دل ہے تو ساغر ہے آبلہ دل کا
اُس بت کافر کو ٹھہرایا الجھکر پاؤں میں — سر پہ ہے احسان میرے رشتۂ زنار کا

پوچھا جو حال روز قیامت کا یار سے — رُخ سے نقاب بام پہ جا کر اُٹھا دیا
یاں تک ہے مجھ کو ذوق گدائی کوئے یار — سایہ کو سر پہ آیا ہما تو اُڑا دیا
وہ شرم سے کبھی نہیں آتا ہے سامنے — مجکو خدا نے کیوں نہیں رد برقفا دیا

جو آتشِ جگر سے ہے سوزاں ہر استخواں — پروانہ ہے ہُمامری شمع مزار کا
دیکھا اس پری کو شمع جو دیوانی ہو گئی — رشتہ ہے اس میں میرے گریباں کے تار کا
روئے منور اس کا دلِ شعلہ زن ہوا — اخلاص سامنا ہے یہاں نور و نار کا

وصل جو پوچھا دکھایا ابروئے رشک ہلال — مدعا یہ تھا کہ وعدہ اک مہینے پر گیا

اُس کے نازک لب پہ ہے اخلاصِ خال ۔۔۔ سنگِ اسود کعبہ سے بابِ مدینے پر گیا

پوچھا جو انتہائے جنوں کو نسیم سے ۔۔۔ اک مشتِ خاک ہات میں لیکر اُڑا دیا

اُس پری کو کس طرح کوئی مسخر کر سکے ۔۔۔ جس نے دیکھا اس کی صورت کو مسخر ہو گیا

کر دیا بیدار اب صیاد کو گلبانگ نے ۔۔۔ اپنے حق میں بن گیا غنچہ دہن غماز کا

نہ کیونکر ضعفِ دل سے غش رہے رشکِ قمر ہمکو ۔۔۔ ہوئے جوں ماہِ نو ہم تو ازل سے ناتواں پیدا
عدم سے اشتیاقِ کوے جاناں یہ رہا ہمکو ۔۔۔ ہوا میں مثلِ طفلِ اشک دنیا میں رواں پیدا

ردکش فروتنوں سے ازل سے ہیں شعلہ رو ۔۔۔ سوئے زمیں رُخ نہ ہوا آفتاب کا
سمجھے تھے کعبہ اس دلِ کافر کو اپنے ہم ۔۔۔ نکلا یہ گھر تو اس بت خانہ خراب کا

از سرِ نو سلسلہ جنباں جنوں اخلاص ہے ۔۔۔ یاد پھر آنے لگے اُس شوخ کے کاکل کے پیچ
ناتوانی نے کیا صیاد! بے محنت اسیر ۔۔۔ حلقہائے دام تھے دو دِلِ بلبل کے پیچ

بام پر آتا ہے جو وہ مہروش نزدیک شام ۔۔۔ نکلے ہے خورشید شب کو یاں قمر سے پیشتر

یاد آتا ہے ہمیشہ قصۂ یوسف کا حال ۔۔۔ مجکو اشفاقِ پدر اور بغضِ اخوان دیکھکر

اسقدر رنج دکھایا ہے ندامت نے مجھے — اپنا سوئے آسماں دستِ دعا ہوتا نہیں
کیوں نہ لذتِ غم کو دے تیرے شوریدہ کا گوشت — جو کباب بانمک ہے بے مزا ہوتا نہیں
دل میں آتا ہے جلا کر خاک نامے کو کریں — نامہ بر کوئی ہمارا جز صبا ہوتا نہیں

حقیر کر دیا یوں روئے یار نے مہ کو — کہ چاند روئے منور ہے اور تارا چاند

دو قدم قاصد سے آگے بیقراری نے رکھا — کوئے جاناں میں میں پہنچا نامہ بر سے پیشتر

مر گئے ہاتھ سے چھٹتے ہی کنارِ دامن — رشتۂ عمر مگر تھا ترا تارِ دامن

گذر جاتا ہے سر سے بزمِ مستاں میں سبکدوشی — نہیں کچھ حاجت سرکردن مینائے صہبا کو

احتیاجِ غازہ کب ہے حسنِ عالمتاب کو — کیا کتوں کی ہے حاجت چادرِ مہتاب کو

میں کس بُت کا مذبوحِ تیغِ جفا ہوں — ہم آوازِ ناقوس شورِ گلو ہے

واہ رے جلوۂ حسنِ رخِ رشکِ مہتاب — چاندنی ہو گئی شبدیز کی اندھیاری سے

سوزِ جگر نے موم سراپا بنا دیا — سنگِ مزار شکل ہے شمعِ مزار کی
سرسبز دل ہے یاد سے اُس گلعذار کی — تاثیرِ ہر نفس میں ہے بادِ بہار کی

احقر تخلص بد ارشاد علی شاہ اصغف از نامش مطلع نیم از اوست

جاوے ہر اگلرو جو اگر باغ میں تڑکے — گل ہو کے خجل گر پڑے ہر شاخ سے جھڑ کے

اختر تخلص احمد علی نام از باشندگان حیدر آباد دکن سالہائے سال عمر عزیز خود را در سورت گذرانیدہ۔ بلا قطب الدین قطب پیوستہ در مصاحبت خود می داشت۔ گویند خط نستعلیق را ہمچو خطِ یاقوت بسان شیریں می نگاشت شاعرے بود نیک فکر دست اندیشہ وجوانے بود دل خستۂ عشق بیشہ نظر بتخلصش از نیرنگی گردش تقدیر پایش گرفتار سلسلۂ عشقِ پری پیکرے ماہ طلعتے از اہل نشاط مہتاب نامے شدہ۔ مہتاب محبت در دلش پرتو انداز گشتہ یکبار متاعِ صبر وشکیبائی در خت ہوش وہوشیاری بر باد دادہ داغہائے حلقۂ انگشت او بر اکثر اعضا خوردہ بود در عشق آں شمشاد قد گلعذار ہموارہ خود را رشک سرو چراغاں می نمود از چندے حالش روشن نہ کہ گردشِ فلک آں آخترِ دل سوختہ را کجا برد اغلب کہ ستارہ زندگیش ہبوط کردہ باشد

رعشہ کرے ہے جوہرِ آئینہ جوں سراب — وحشت فزا ہے یہ ترے عالم نگاہ کا

دیدار سے معشوق کے ہے حیرتِ عاشق — ہے برگِ گل آئینہ حیرانی بلبل

کی مشقِ طپیدن جو زبس اس نے چمن میں — ہے نکہتِ گل گردِ پرافشانی بلبل

محرومِ برگِ عیش ہوں ہیں مجکو چاہئے — سرمایۂ بہار کو وقفِ خزاں کروں

سرگرمِ غسل دیکھ کے غیروں کے ساتھ اُسے — دل چاہتا ہے آنکھوں سے دریا رواں کروں

بسانِ شمع دل کو ہر دم از خود رفتہ پاتا ہوں — سفر ہے یاں قامت میں بھی اپنی جانِ مضطر کو

طلوعِ مہرِ تاباں کس طرح ہوتا ہے ہم دیکھیں — ذرا سرکائیے چہرے سے اس زلفِ معنبر کو

شبِ ہجراں میں تیری صبحدم تک اے مہِ تاباں　　نہیں اختر شماری کے سوا کچھ کام اختر کو

اتنا جو پُرغبار ہے اختر یہ دشتِ دل　　یاں سے مگر سواری کسی کی گذر گئی

مُو برابر نظر نہیں آتی　　بل بے تیری کمر کی باریکی

اخگر تخلص اسمش رضی الدین پسر منشی عبدالحکیم کمتر در نظمِ ہندی از والدش کمتر نیست در تازہ مشقانِ سورت بحرِ طبع روانش پر جوش و خروش ہموارہ شریکِ مشاعرہ سورت میشد در ین فن بر ہم صحبتاں تفوق دارد جرعۂ از صہبائے فکرش ریختہ می شود۔

اُٹھ گیا سوتے میں برقعہ شبِ رشکِ حُور کا　　تھا زمیں سے آسماں تک ایک شعلہ نور کا

آئینہ رو کی قدم بوسی کی کیا رکھئے اُمید　　ہاتھ چومے سے مزاج اس کا مکدر ہو گیا

سنگِ دل گریۂ کناں ہے دیکھئے تاثیرِ اشک　　پانی پانی کر دیا پانی نے پتھر کا مزاج
قطرۂ اشک آنکھ سے گرتے ہی دریا ہو گیا　　غم میں بحرِ حُسن کے پانی ہے گوہر کا مزاج
میری آہِ سرد سے دم میں ہوا اُس کو زکام　　کیا ہی نازک ہے یارب میرے دلبر کا مزاج

برنگِ بلبلِ تصویر گرچہ ہِل نہیں سکتے　　پہ جوں رنگِ حنا پرواز کی رکھتے ہیں طاقت ہم

اشعۂ تیکہ نے اک عالم تہ و بالا کیا　　حادثے ملکوں میں اس آخر زمانے کے

سلہ آخگر در ہنگامِ جوانی در سورت مُرد۔

یوں چشمِ سیہ تاب کو سرمے نے کیا تیز ۔۔۔ تلوار کی جوں سنگِ فساں دھار نکالے

اظہر تخلص یکے از شعرائے متقدمین گجرات است باوجود بودن تخلص باظہر اسم و رسمش ظاہر نیست سوائے ایں مقطعِ غزل شعرِ دیگر بنظر نرسیدہ ازیں ظاہر است کہ دریں فن فکرِ درست نداشتہ ہذا من سخنہ

اظہر کو کیا قتل تری بانکی ادا نے ۔۔۔ اے کافرِ بدکیش مری داد دلا جا

اضعف تخلص ارشاد علی شاہ مرشدِ طریقت خرقہ پوشان سورت است فقیریست متواضع و خاکسار سنش دریں روز از نود متجاوز کردہ باشد گاہے بفکرِ سخن می پرداخت شنیدم کہ در عالمِ شباب سودائے زلفِ پری پیکرے پردہ پوشی در سرداشت گاہ گاہے روئے خود را ہمچو زلفش سیاہی زدہ صد چاک گریباں بحالِ پریشاں بسانِ اشک با ہجومِ طفلاں احرامِ جنوں بستہ خر سوارہ بکوچۂ سر بستہ اش گذر میکرد تا بتقریبِ تماشا آں ماہِ چاردہ بر لبِ بام طلوع نماید دیدۂ چشمِ منتظر را رشکِ چادرِ مہتاب سازد سوائے ایں یک شعر دیگر اشعارش بدست نیفتاد ۔

تھی ازل میں دوستی اُن سے ہماری ہوگئی ۔۔۔ عاشقی کا بیچ عالم کے بہانا ہوگیا

آفروز تخلص عمدۃ فقہائے صایب مولوی محمد صاحب ابن مولوی حمید الدین تولد و نشو نما دریں شہر است از اولادِ امیر المومنین ابی بکر رضوان الدش بر مولوی گری عدالتِ ایں شہر قایم بودہ علم و فن مستحضر دارند عالمے است خوشخو خوش خصال رضی المقال رضی الافعال مالوف بغزل کمتر راغب قصائد و تاریخ بیشتر من نتائجِ افکارہ

اب ذرا سمجھا ہے اپنے دل میں لیکن بیشتر ۔۔۔ عشق میں آفروز بھی اسکے بہت آوارہ تھا

امیر تخلص سرآمدِ فنونِ ہنر پروری ماہرِ علومِ عقلی و نقلی سید میر علی از ساداتِ علیہ رضویہ تولد شریفش در دار الخلافت دہلی رو دادہ و پس تمیز دریں ممالک رسیدہ تبحرِ خلق و کمال آں سرچشمۂ فضل و فضل ناپیدا کنار است لوحِ دلِ صفا منزلش محلِ نقوش

خیالاتِ رنگیں وصحیفۂ خاطر خطیرش مہبطِ انوارِ افکارِ متین بلبلِ خوش نوائے گلشن درباغستانِ مضامین ترنم سرائے چہچہۂ دلکشِ شیریں زبان وطوطیٔ خامۂ ندرت طرازش بگویائی سخنانِ دلفریب شکرستان دیوانِ رشکِ گلستانش بمطالعہ رسید وایں چند گلہا برچید

کیا کیجے بیاں تیری تجلی کے اثر کا
جوں خطِ شعاعی ہے ہر اِک تار نظر کا
آ گئے اشکوں کے رہا ایک گھر میں تنکا
گھر مرا تھا مگر اس دیدۂ تر میں تنکا

غمزہ و ناز و ادا سب نے کی یورش ایک بار
کون تھا اُن میں کہ وہ دست بخنجر نہ ہوا
آ کے معلوم نہیں کس نے کیا قتل امیر
قاتل اس کشتے کا بوے میں مقرر نہ ہوا

جانے سے دل کے آٹھ پہر کا خلل گیا
کھٹکا کرے تھا پہلو میں کانٹا نکل گیا
ایسا ہے کہ دل کو بھی مسلیں گے یوں ترے
بے وجہ میرے آگے وہ مہندی نہ مل گیا
خوابِ گراں سے آنکھ جو میری کھلی امیر
کیا دیکھتا ہوں روزِ قیامت بھی ڈھل گیا

رقیب اب کچھ بہت ہی کھچا رہتا مگر اس نے
میری آغوش میں تجکو خدا جانے کہاں دیکھا

گھائلوں کو سبز رنگوں کے امیر
ہو اگر مرہم بھی تو زنگار کا

ترا یہاں تک تصور کر کے میں رویا کہ آنکھوں سے
تری صورت کا آئینہ تھا جو قطرہ ٹپکتا تھا

دیکھ حیرت میری بالائے گلو
چلتے چلتے اُس کا خنجر تھم رہا
یہاں تلک افسردگی خاطر کی ہے
اشکِ خوں آنکھوں میں آ کر جم رہا

ہوں سینہ صاف سادہ رخوں پر زیادہ عشق
مکھڑے پہ اُس کے آئینہ حیران رہ گیا

یارب تنِ کافر سے بھی یوں جان نہ نکلے
جس طرح مجھے کوچۂ جاناں سے نکالا
اس چرخ کو یہاں تک ہے دلِ خوش سے عداوت
جو پھول تھا اس کو بھی گلستاں سے نکالا

تشنہ لب دشت میں چھوڑا نہ کبھو کانٹا ایک
جن دنوں ہم کو سرِ آبلہ فرسائی تھا

جوں جوں تو قطع دوستی میری کرے گا یار
بڑھتی ہی جائیگی شجرِ تاک کی طرح

کب آسماں رسا ہو دعائے پر آرزو
سنگ گراں نہ پہنچے جو ہووے مکاں بلند
گردوں میں دھیان اُٹھنے کا کیجے تو غش ہے ساتھ
بالیں سے خاک سر کریں ہم ناتواں بلند

جوں بوئے مے آوارہ ہوں اس سے کہ ہوئی ہے
مدت سے رہِ خانۂ خمار فراموش

گالی بھی اس ملیح کے ہونٹوں میں ہو ملیح
ہر شے نمک کی ہوتی ہے تاثیر سے نمک
کیا خوب زخمِ پا کا ہمارے کیا علاج
ملوا دیا ہے شوخ نے زنجیر سے نمک

اس کے اس نازک لبوں سے دیکھو طرزِ سخن
جھڑتے ہیں کیا پنکھڑی سے پنکھڑی کس کس کے پھول

مت تیغ میاں سے نکالو
بن مارے تمھارے مر گئے ہم

سر اگر جاوے تو نہ دیویں سر — بے وفا ایسے با وفا ہیں ہم

شوخی بغیر حسن ہے بے لطف شک نہیں — ہے بے مزہ وہ چیز کہ جس میں نمک نہیں

کون آتا ہے سیر دریا کو — شمع مہ ہے حباب میں روشن
ایک ہے سو ہزار لاکھ میں ہے — ہو یہ نکتہ حساب میں روشن

عین ظلمت ہے نور وہ جس کا — نور سے تیرے اقتباس نہیں
خوں ہوے آہیں لاکھوں او راب تک — حیف رنگیں فلک کا طاس نہیں

ہے دہن درج گہر اس کا دے کیا فائدہ — مار زلف اس گنج کے نزدیک ہیں بیٹھا ہے دبکے

کلیجا ایک عالم کا یکایک ہو گیا ٹکڑے — الٰہی رخصت بینش یہ کس نے دی ہے مژگاں کو

چھوڑے ہوے بیٹھے ہیں ہم ساری خدائی کو — اب ودیں تو اے ہمدم کس کس کی جدائی کو

رکھے ہے خار ہر یک کھینچ کے داماں مجھکو — پر محبت یہ نظر آیا بیاباں مجھکو
باعث ایذا کا ہوا دل کا پھسانا مجھکو — تنگ کرتا ہے بہت زلف میں شانا مجھکو

ہاتھوں سے خوبرویوں کے تلوار کھائیو — لیکن فریب ان کے نہ زنہار کھائیو
اس بدزباں کو چھیڑنا اچھا نہ تھا امیر — اب دے جو گالیاں سر بازار کھائیو

مہ و خورشید اس کی محفل میں　　جیسے اندھے چراغ ہیں دونو
بیٹھے ہیں منہ بنا امیر اور یار　　آج کیوں بدماغ ہیں دونو

ہر آن یادِ زلف جہاں مشک سود ہو　　اس زخمِ دل کو کب کسو مرہم سے سود ہو

وہ جلوہ کب نہاں ہو دلِ پاش پاش میں　　صہبا کہاں سمائے جو مینا ہو چور چور

یہ جانیو کہ کشتہ ہے اس چشمِ شوخ کا　　جو جائے سبزہ خاک پہ مژگاں چور ہو

تھی بس کہ زخمِ خنجرِ قاتل کی آرزو　　خوں ہو گئی ہے دل میں ہی اہلِ دل کی آرزو
تا دیکھے چھپ کے رُخ ترا پروانہ گرد آئے　　رکھے ہی شمع پردۂ حائل کی آرزو

میں کہا آج کی شب ہاں بھی کرم کیجے ذرا　　پاؤں کی مہندی کا ہاتھ آیا بہانا اس کو

ہے زبس فیض سے رخسارِ درخشاں کے امیر　　طعنہ زن مہر پہ اس رشکِ قمر کا تکیہ

یارو آئینے سے تم کیجو مری لوحِ مزار　　دھیان رہتا ہے پری کا مجھے تصویر کے ساتھ
یاد پھر آئی ہے شاید کہ اُسے کاکل کی　　بوئے مشک آتی ہے جو نالۂ شب گیر کے ساتھ

جاں مری سوزِ دروں نے کل بچا لی اے امیر　　ہو گیا بروقت آبِ تیغِ قاتل سوختہ

اس کے دیدار کی اُمید خدا سے ہے امیر — روؤ اتنا کہ رہے پھر بھی بھلا کام کی آنکھ

نئی صورت نظر آتی ہے ہر یک اشک میں اپنے — مگر ہے صفحۂ ارژنگ اپنے چشم کا پردہ

بات بہکی منہ سے نکلے ہے کہے گر ہوش کی — فصل آ پہنچی مگر پھر کر جنوں کے جوش کی
خندۂ قہقہہ کے آتی ہے مرقعہ سے صدا — ہے مگر اس میں شبیہ اس زعفرانی پوش کی

آج عاشق نے ترے ادب مغرور سنا — جان دی شمع صفت صبح کے ہوتے ہوتے
مجھے کیا جائے نصیحت ہی بھلا سوچو امیر — تم اُسے دیکھ کے کیا دل کو نہ کھوتے؟ کھوتے

مرگ کے بعد بھی چھوڑا نہ جلانا تم نے — شمعِ تربت کی مری کر کے جو خاموش چلے

ق

شرما کے کچھ اور چرا کے آنکھیں — منہ موڑ کے اور مسکرا کے
کس لطف سے بوسے کی اجازت — دی اُس نے فدا میں اس ادا کے

کھاتا جنگل میں کون مجکو — تھی خاک تو میری اس گلی کی

ملے پر اُن سے جی بچنا ہے مشکل — بنے ہیں خوب دیکھے بلا کے

انجم تخلص سر دفترِ سیاہۂ نجبا صدر نشینِ زمرۂ شرفا بیت الغزلِ جریدۂ سیادت مطلعِ دیوانِ سعادت مقبول بارگاہِ لم یزلی میر احمد علی خلف سید امام بخش سجادہ نشینِ درگاہِ عرش اشتباہ سید محمد سراج الدین شاہ عالم قدس سرہٗ چون نسب شریفش

احتیاج شرح و بیان نمی دارد لہذا بتحریر احوال فضائلش می پردازد۔ دلِ صفا منزلش چوں سیرت بزرگانش از توہمات امور دنیوی صاف صاحب خلقِ عظیم و حلمِ عمیم چشم حقیقت بنیش موحدانہ دوست و دشمن را یکساں می بیند از شکلات تحصیل علوم فارسی را بدرجہ بلند رسانیدہ گاہے باشتغالِ فکرِ سخن بکلفِ اوقات خود می باشند و خود را از شاگردانِ میر کمال الدین حسین کامل می شمرند از نتائج افکار اوست

کون اس بت سے کامیاب ہوا	بخدا جو ملا خراب ہوا
ہو گئے سب سے کے محو عشق اُن کے	گر میرا حشر میں حساب ہوا

حالت نزع میں اُڑھا دینا	میرے سر دکی آسمانی شال

اللہ رے کیا پیچ ہے قسمت کا ہماری	جو پیچ میں زلفوں کے وہ رکھتا ہے ہمیشہ

اسحٰق تخلص محمد اسحٰق نام از طالبانِ سورت بر اکثر اصنافِ علوم عبور نمودہ گلدستۂ معانی رنگیں کہ از تار و پودِ فکرِ متین او بارتباطِ الفاظ پیوستہ ہیچ یک نقش زیبا در دیبا بدیں خوبی صورت نبستہ چوں در اکثر اشعارش مضامینِ حلویات و شیرینی بیک مذاق نیکو یافتہ میشد حافظ داؤد دلکش از شوخی و شکر خندگی میگفت کہ ایں شاعر شیریں کلام اسحٰق اطعمۂ ماں است باوجود قابلیت ہمچو زلفِ خوباں از انکسار شکستہ حالی سرِ تواضع در پیش می دارد اگرچہ شاعرِ مذکور اشعار بسیار می دارد اما بر بنا بر عدم رسید ناچار بریں بیتِ مشہورش اکتفا کردہ وہو ہذا

کاشکے کوزہ بنا ہوتا اگر اسحٰق تو	تشنہ لب ہو وہ ملا تا تجھ سے کس کس ڈھب سے لب

حرف الباء موحدہ

باقر تخلص اسوۂ شعراء الملح فصحا سخن پرور نظم گستر استاد مسلم میر باقر علی بخاری از فرزندانِ حضرت شاہ عالم مولد در زین البلاد احمد آباد اکثر اوقات بتقریب درسِ فارسی کہ سردارانِ دولت انگریزی استفادہ علوم میکردند سیر اماکن دکن و خاندیس فرمودہ انواعِ حسب فضیلت را بانسب سیادت جمع میدارند فاضلے است سخن سنج نکتہ پرور و عالمے خوش کلام و خوش فکر یکتا در رسوم شعر و قوانی و انشا و عروض بے نظیر روزگار است طبع شریفش بخیالاتِ فارسی موزونی تمام دارد گاہے بتحریک ہم عہدان خود فکرِ سخن ریختہ زباں میکردند خلاصہ خیالات ایشاں است

جو لب سے اپنے تبسم وہ گلعذار کرے | دہانِ غنچہ صبا کیوں نہ بخیہ دار کرے

عکسِ جوہر دمِ شمشیر دو دم میں قاتل | نالۂ نالاں کے لئے سرمۂ خاموشی ہے

باقی تخلص یکے از متقدمان مشاہیر شعرائے احمد آباد است در پردہ اخفا باقی ماندہ از وست

خدایا کیسے ویرانے میں تو نے ہم کو ڈالا ہے | نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالا ہے

بخشش تخلص شیخ احمد نام المشہور بہ بخشو میاں شاگرد میر آان اللہ نادر آبا نیش تاجرانِ نامی سورت میباشند صاحب ذہنِ عالی بودہ در فارسی و گجراتی شائستہ قدرتے داشت از جانب سرکار کمپنی بر تعلقہ منصفی قایم بود کتابے کثیر الحجم مسمی بہ حدیقہ احمدی مشتمل بر احوالِ غزوات جناب رسالتمآب و خلفاء الراشدین و ایمہ اثنا عشر و سایر ملوک روم و شام و ہند و فرنگ و راجہائے ہندوستان بعبارت سلیس تالیف ساختہ و دیباچہ او را بنام نواب قمر الدولہ افضل الدین خاں بہادر والی سورت

نوشتہ واز اتفاقات حسنہ میاں بجو صاحب مادۂ تاریخ اتمام تالیفش را بنام میر افضل الدین یافتہ و بدیں صورت بسلک نظم کشید **تاریخ**:۔

بعہد افضل الدین خانِ نواب ـــ مرتب گشت تاریخ نگاریں
زگل تاریخ ہا اعلی و افضل ـــ دلیلِ افضلیت بس بود ایں
کہ آمد سالِ تاریخش برابر ـــ بنامِ نامئی میر افضل الدیں

در شہر شوال سنہ خمس وستین و ثلثین بعد الف ازیں جہان فانی بعالم جاودانی رخت ہستی بربست و نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ تاریخ رحلتش از دار الخلافت دہلی بدیں نوع گفتہ فرستاد **تاریخ**:۔

کیا کیا انکو شیم عدم آباد کو گئے ـــ ملکِ جہاں خراب ہوا اس کے سال میں
خاص اس جوانِ صالح و دیندار کا فروغ ـــ نکلا جو بدر سے بھی زیادہ کمال میں
بجنو میاں یہ نور جو برسا دمِ وصال ـــ سالِ وفات آگئی میرے خیال میں

از دست۔

اس رشتۂ اُلفت میں یکسوئی کا عالم ہے ـــ ہر چاکِ گریباں کو کب تک ہی سیا کرتا

وعدۂ وصل سے غیروں کے تو دل شاد کئے ـــ ہاں مگر ایک دل بخشش کا جلانا جانا

کمانِ عشق سے چھٹ کر لگے ہزاروں تیر ـــ جب اس کی ابرو و مژگاں کے سامنے دیکھا

عہد پر اپنے دلربا نہ رہا ـــ نہ رہا پر وہ بے وفا نہ رہا

لگا ہے نشترِ غم دل میں اک شکِ مسیحا کا ـــ مری بالیں پہ اے ہمدم نہیں کچھ کام عیسیٰ کا

سکھادو ہم قفسوچال تم اسیری کی ۔۔۔ کہ پہلے دام میں اُلفت کے دل پھنسا ہی آج
شہید کون ہوا دشنۂ محبت سے ۔۔۔ کہ اس کے کوچہ میں یک طرفہ ماجرا ہی آج

زبان خامۂ الفت کی ہو گئی گونگی ۔۔۔ دگرنہ ایک گلے کے سو جواب لکھتے ہم
جو خط کے پڑہنے سے بخشش اگر وہ ہو ناخوش ۔۔۔ ملاذ و مشفق و عالی جناب لکھتے ہم

فرشِ گُل پر وہ قدم رکھ کے ہوا چین بجبیں ۔۔۔ ہر رگِ گل کو کفِ پا کی نزاکت معلوم

کیا کام ہمیں چتر سے اور ظلِّ ہما سے ۔۔۔ طوبیٰ سے ہے خوشتر تری دیوار کا سایہ

جب کہ اس گل کا مجھے بیڑۂ[1] پان آتا ہے ۔۔۔ تنِ بے جان میں سو رنگ سے جان آتا ہے
چال اٹھکیلی کی چلتا ہے خدا خیر کرے ۔۔۔ حشر برپا نہ کہیں ہو یہ گمان آتا ہے

نہ دل کو تاب نہ تن میں تواں ہے ۔۔۔ فقط ایک دم سو دم کا مہماں ہے

بسمل تخلص اسمش ظہیر الدین ابن غلام محی الدین قاضی قصبۂ اکلیسر از تازہ مشقان ایں شہر است و دریں فن شاگرد عم خود بدر الدین بیتاب لذوست

تیرے شوقِ وصل میں رو رو کے جوڑا رخ آج ۔۔۔ طفل اشکوں کو بنایا دیدۂ خونبار نے

موتیوں کا ہار سینہ پر تمھارے دیکھکر ۔۔۔ سینۂ عاشق پہ حسرت کے کئی پھوڑے ہوئے

بریاں تخلص یکے از شعرائے ماتقدم گجرات است حقیقتش کماحقہ بوضوح نپیوست منہ

جب مصور نے پری زاد کی کھینچی تصویر ۔۔۔ لے لیا ملکِ فرنگ چین کو تسخیر کیا

[1] بیڑۂ پان لفظ مہمل متروک الاضافت ہے۔

بلیغ تخلص غلام قادر نام مولدش لکھنؤ نشو و نما در دکن یافتہ از عرصۂ دہ سال دریں نواح رنگ اقامت ریختہ حال از چندے در سلکِ ملازمان گائکواڑ منسلک است و در زندمائے آپا صاحب برادر مہاراجہ گائکواڑ والی بڑودہ میباشد زیادہ ازیں چہ نوشتہ اید کہ کلام بلیغ بلیغ است از فکر کردۂ اوست

زلف کی یک گرہ کو کرکے خطا	رشک صد نافۂ ختن باندھا

نہیں دنبالہ سرمے کا اوپر چشم	نیلے ڈورے ہیں یہ ہرن باندھا

دیکھ کہتے ہیں اُسے اہل جہاں ناحق گہن	دودِ آہِ عاشقاں سے ہے جو کالا آفتاب

خواہش ہے بہرِ رنگ شنجرف کی بلیغ	آنکھوں کے خوں سے اپنا شبستاں ہوا ہے سرخ

ہو برقعہ پوش اس لئے جاتا ہے باغ میں	تا چھن کے آئے بوئے گل اس کے دماغ میں

جوش کھاتا ہے سمندر دیکھ ماہِ چاردہ	موجزن ہوتا ہے بحر اشک روئے یار دیکھ

بہادر تخلص شیخ بہادر جد بخشو میاں بخشش خدا ایش بخشد شنیدیم کہ بسیار مرد وجیہ و خوش اخلاق و در معززانِ ہمعصر خود طاق بودہ ملازادہ طبع اوست

ہیں نجومی حساب میں حیراں	جب سے پایا ہے زیب وہ دُرِ گوش

بہادر تخلص شیخ بہادر عرف شیخو میاں پسر بخشو میاں بخشش از نو سخن گویان سورت است از وست

یہ ضعف ہے کہ صورتِ قالیں کی طرح اب	کروٹ کا پھیرنا ہمیں دشوار ہو گیا

عشقِ سیمیں بدن کی دولت سے ۔۔۔ داغِ دل درہمِ طلائی ہے

بیتاب تخلص بدرالدین نام ابن حافظ محمد شریف از متوطنانِ ایں بلدہ است چند سال در خدمت والامرتبت حضرت قبلہ گاہی ماندہ دو سال است کہ در سرکار نواب بادشاہ بیگم صاحبہ بر انشا پردازی مامور شاعرِ متورع و متدین است طبعِ موزوں می دارد و بارہا شریک مشاعرہ میشد از خیالات اوست

شکل آئینے میں مت دیکھ پری رو ہر دم ۔۔۔ ورنہ اپنی ہی تو صورت کا دِوانہ ہوگا

اعجازِ عیسوی سے لبِ یار کم نہیں ۔۔۔ زندہ کیا ہے جس نے مسیحا کا نام آج

کشتۂ ناز ہے ترا بیتاب ۔۔۔ او مسیحا ذرا ادھر کو دیکھ

سُرخ دامن پر کناری کی نہیں تحریر ہے ۔۔۔ شعلۂ سوزاں دلِ بے تاب دامن گیر ہے

بیہوش تخلص میر رمضان علی اصلش از ہند بودہ سالہا در سورت اقامت داشت وہما نجا انتقال از دارِ فانی کردہ بیہوش سرمست ارادتِ عبداللہ شاہ تجرد بودہ چنانکہ او خود میگوید **شعر**

تصور کر تو اے بیہوش اس آئینۂ دل میں ۔۔۔ کہ آتی ہے نظر بس شاہ عبداللہ کی صورت

از وست

موسمِ برسات میں دلبر نہوئے پاس حیف ۔۔۔ اور کیا رکھیں گے تجھ سے اے فلک ہم آس حیف
طالعِ بد کی شکایت کس کے آگے کیجئے ۔۔۔ ہم کو چاہت آپکی ہرگز نہ آئی راس حیف

حرف التاء

تجرد تخلص عبداللہ شاہ نام تجرد شعار در علمِ ظاہر و باطن ممتازِ روزگار از قدیم سخن طرازانِ سورت است بہ نسبت ہندی در فارسی زبان اشعارش زیادہ مشہور است خورشید وار مجردانہ از مشرق بجانب مغرب شتافتہ در سورت مسجد مولوی غلام محمد صورتِ اقامت انداختہ بعد چندے بسفر عدم آباد پرداختہ نظر تخلص بود بعضے در شورہ سخن..... تجرد را باعزلت منسوب کردہ اندرنگ ایں مضمون ریختہ کلک اوست

اس رو میں لطف ہے سو لک کو خبر نہیں　　　　خورشید کیا کہ اس کے فلک کو خبر نہیں

تبسم تخلص عبدالکریم مولدش سورت است اکنوں از چند سال بتقریب دادنِ درس زبانِ اُردو بصاحبانِ واردِ لندن در بمبئی اوقات بسر می برد درزمانِ گذشتہ بتقاضائے وقت بہ صحبتِ ملا قطب الدین گاہ گاہے چند کلمات موزوں می کرو بمشاعرہ انجامید حال شاید لب ازیں خندہ بستہ ایں یک موج از تبسم غنچۂ افکاراتِ تبسم است

رواں تھا قافلہ اشکوں کا جو مرے ہمدم　　　　سو اس تبسم غارت گر بانے لوٹ لیا

تسکین تخلص برادر عزیز مولوی میر حفیظ اللہ خاں کہ بصفاتِ حسنہ واخلاقِ رضیہ تفوق برہمعصراں دارد ذہن وذکا و فکر رسا در ذاتش ظاہر است و در کم سنی استعداد معقول در فنونِ منقول و معقول و نیز در گجراتی و قوانینِ آں قدرت کاملہ بہم رسانیدہ از ایامِ قلیل شوقِ سخن گوئی پیدا کردہ از نتیجۂ فکر اوست

ڈالے نہ کیوں وہ مصحفِ رو پر نقاب کو　　　　حفظِ ادب کو رکھتے ہیں قرآں غلاف میں

حرف الثاء

ثنا تخلص شیخ ثناء اللہ از شیخ زادگانِ احمد آباد بودہ و از اجلِ تلامذہ محمد ولی المتخلص بولی و کسب فیض باطنی از خدمتِ مخدوم العالم مولانا محمد نور الدین حسین صدیقی السہروردی حاصل ساختہ و در زمان محمد شاہ در ہنگام زخمی شدہ حضرت مولانا شربتِ شہادت چشیدہ و عمرِ گرامایۂ خود را بصدقِ دل نثار پیر خود کردہ۔ محاورہ اش با محاورۂ حال فرقے دارد و بعید مضامین درست می یابد اما این یک دو شعر کہ موافق محاورۂ جدید اہل گجرات است از سفائن قدیمہ بہم رسید درین اوراق ثبت گردید۔

یہ ہو گئی ہے اُسے نام سے ثنا کے ضد — کہ ثنا خدا کی بھی وہ بت نہیں کیا کرتا
ثنا کا کام یہی ہے کہ اپنے مُنہ سے بس — سدا ثنا دہنِ یار کی کیا کرتا

آگے اُس قاتلِ خونریز کے مقتل میں ثنا — جس نے سر اپنا جھکایا وہ سرافراز ہوا

حرف الجیم

جولاں تخلص حافظ کلام اللہ شیخ غلام شاہ جانشینِ میاں مخدوم قدس سرہٗ کہ از اجلِ خلفائے حضرت شاہیہ میباشند چوں نسب صدیقی میدارند بصدقِ اتحادِ یکرنگ استفادۂ علمِ عربی از خدمتِ زبدۃ المحققین قدوۃ المجتہدین جناب مولانا دادا میاں صاحب حاصل نمودہ قراءتِ قرآنش از زمزمۂ خوش الحانی باہنگ اِنَّ مِنَ البیان لسحرا استماعان را مدہوش میسازد و مردِ رنگین طبیعت و رنگین خیال نیکخو نیک خصال درین فن از تلامذہ میر کمال الدین کامل است

از افکار اوست

کیوں دشت کو ہو نہ سرخروئی　　ہر خار کو ہے زیارتِ پا

گرم جولاں یار کا رہتا ہے توسن آجکل　　باد بھی اس کا نہ چھو سکتی ہے دامن آجکل

جوشؔ تخلص سید عبدالرحیم از باشندگان ایں بقعہ شریفہ از سالے چند اقامت پذیر سورت اخلاق حمیدہ می دارد و در فارسی نثر پسندیدہ می نویسد بعد اتمام رسیدن ایں اوراق شیرازۂ عمرش گسستہ شد حیف کہ جواں مرد وکان ذالک فی شہر جمادی الثانی سنہ ثمان وستین ومائتین بعد الف صب اللہ علیہ سجال الرحمۃ و الغفران واسکنہ بحبوحۃ الجنان اوراست

روئے یہ نہ کر میرے دل آزار تبسم　　ہے تجکو ہنسی اور مجھے تلوار تبسم

حرف الحا مہملہ

حامدؔ تخلص عمدۃ التجار شیخ حامد بخش عُرف میاں بخشش مہین پسر اوست از سرکارِ انگریزی بخدمت منصفی ممتاز بودہ از سخنانِ ایشانست

مانگ اس کی تو ماں مانگے ہے　　دل کو لیکر یہ جان مانگے ہے
ابرو کرتی ہے ہمسری اس کی　　روبرو اب کمان مانگے ہے

حجابؔ تخلص محبوبہ ایست کشمیری الاصل بر رفاقتِ یک شخص منشی کہ در جنگ کابل بخدمتِ ترجمانی ہمراہِ امیرانِ دولتِ انگلشیہ بود وارد بمبئی شدہ چندیں اقامت داشت نظر تخلص آں نامش از حجاب بر بنیاد گاہے در ہندی موزوں می کند اما در زبانِ دری آں رشکِ کبک دری گفتار چوں رفتار خوش می میدارد غزل فارسی مع یک غزلِ ہندی بوساطت شخصے نزدِ فصاحت مآب مشفقی غلام محمد المعروف بمیاں سمجو

آمدہ بود بملاحظہ در گذشت الحق کہ مضامین .. فارسی را دلچسپ یافتہ است چون دریں سفینۂ لآلی آبدار اشعار ہندی کہ ہمچوں صدف مملواست گذاشتہ شد مگر در ریختہ کہ رگِ خامہ اش کم ریختہ است ایں شعر پسندیدہ شد

کیا جانے بھلا لذتِ دیدار کو اس کے　　جب تک کوئی با دیدۂ خونبار نہ ہووے

حزیں تخلص حافظ غلام حسین از اربابِ سورت است در ہنگام دیوانی بابو سیتارام بدربارِ گانگواڑ جاہ و منزلتے کہ داشت نصیب دیگراں نشدہ مرجع و مآبِ امیر و فقیر بودہ دیوان در خدمتش اعتقاد مریدانہ می داشت و حسن سلوک بجا می آورد آگاہ نیم کہ چہ حادثہ پیش آمد یکبار کربتِ غربت را برآرام و راحت اختیار کردہ سالے چند غریب الوطن ماندہ چوں صانع ازل خمیر پیکرِ اسش را بآبِ عشق بازی سرشتہ و داغِ جانگدازی بر دلش نہادہ بسمل دشنۂ نازِ زیبا صورتانِ پری پیکر و زخم خوردۂ خدنگِ محبتِ گلرخانِ خورشید منظر است امروز عمرش از ہشتاد متجاوز چوں جوانانِ عشاق مزاج بنظارۂ حسنِ ملیحاں بے طاقتانہ دیدیدِ طلعت سیمیں اندااں مضطربانہ بہر صورت حزیں خاطرِ حزیں خود را مسرور می دارد و بوطن مالوف خود کہ سورت است بے پروایانہ عمر خود بسر می برد من اذکارہ

یہ صورت دیکھتے ہیں ہم چھپالے جسکا جی چاہے　　دھرا ہے ہاتھ پر دل کو چھٹالے جسکا جی چاہے

یہ نقدِ دل سرِ کوئے بتاں پر ہم نے ڈالا ہے　　غرض ہم کو نہیں اسکی اٹھالے جسکا جی چاہے

کرے شکوہ حزیں کیونکر جفا و جورِ عالم سے　　یہ عاشق دل ہے بے پروا ستالے جسکا جی چاہے

تو قید سے باہر نہ نکل اپنی زلیخا　　یوسف کا ترے اور خریدار نہ ہو جائے

حسن تخلص سید حسن نام خلف میر باقر علی باقر اکتساب علم فارسی از پدر خود کردہ بخوش نویسی معروف بمردِ خجستہ اطوار است و از شعرائے مشہور احمد آباد و

نیز دریں فن با پدر خود مشورۂ سخن می کرد اکنوں ترکِ شعر گوئی کردہ از فکر او ست
میں بھی ہوں ہوشیار مطلب مجھے تو کرو نگا حصول | شب جو میرے بخت کی مانند وہ سو جائے گا
نقدِ دل لوٹ لیا ناز و کرشمہ دکھلا | ہاتھ سے بات سے اور چشم کی عیاری سے
کہو کیا بھلا ہوگا قاتل کا یارو | کہ مارا ہے جس نے حسن سے جواں کو

حرف الخاء معجمہ

خلیق تخلص غلام احمد از ساکنان بمبئی است فی الحقیقت جوانِ خلیق و غریب است نستعلیق فارسی را درست می نویسد اکثر در چھاپہ خانہا بکتابت بسر می آرد از دست
گلرخوں کو وفا کا پاس نہیں | جوں گل کاغذی ہیں باس نہیں

خوشتر تخلص سید برہان الدین عرف میراں صاحب ساکن قصبہ دیہوے آبائش طریقۂ پیری و مریدی میدارند او بخلافِ آبا و اجدادِ خود ملازمت راجہ بروڈہ اختیار کردہ از تازہ مشقانِ ہماں بلدہ است و یا دعی اتحاد دارد تیغ سخناں را بہ فسانِ مشورتِ غلام قادر بلیغ آب می دہد نظر تخلص او دیگر ازیں چہ خوشتر باشد از او ست
رشتۂ الفت جو وہ ظالم ہے مجھ سے توڑتا | باندھتا ہوں تار اُس وقت آنسوؤں کے تار کا

جسمِ لاغر یہ نہیں ہیں رگیں | لاکھ زنجیروں میں ہے تن باندھا
ہم نے قاتل کی تیغِ ابرو دیکھ | پہلے ہی سر سے ہے کفن باندھا

کون سے برق وش کو دیکھا ہے | یوں جو بجلی ہے بے قراری میں

جامِ مے پینے سے بھی وہ ذائقہ حاصل نہیں | جو مزا بوسے سے ملتا ہے لبِ مے خوار کے

خوشتر تخلص سید قادر میاں نبیرۂ سید مہدی صاحب مرحوم کہ اوصاف جمیلہ ایشاں مشہور است طبع رسا ذہن ذکا میدارد در فارسی و عربی استعداد معقول هم علم فرائض بخوبی مستحضر دارد رفتار و گفتار بطرز نو ئینان درست و خوب است چوں معاش مشائخین بر خدمت مریدان صورت می بندد لہذا اقامتش گاہے در سورت و گاہے در احمد آباد از راقم تعارف باحسن وجہ جاری است من کلامہ

وہ رخ گلگوں جو آئینے میں عکس افگن ہوا　　تختۂ آئینہ رشکِ تختۂ گلشن ہوا

کثرتِ داغوں سے پہلے دل ہوا رشکِ چمن　　پیرہن بھی پھر تو سرخ اشکوں سے گلگوں ہو گیا

تھا تصور اس قدِ موزوں کا دل میں اسقدر　　نالہ بھی اسدم جو نکلا دل سے موزوں ہو گیا

ہم اس کی ہوا خواہی میں جس طرح ہوئے خاک　　اس طرح سے واللہ نہ برباد کوئی ہو

خوشتر تخلص شخصے است از قوم بوآہیر سورت سالہا طرفِ بنگالہ اودھ و صوبہ بہار بسر برد ہمی گفت صحبتِ خواجہ حیدر علی آتش و شیخ امام بخش ناسخ را دریافتہ ام گویند علم عروض و قوافی خوب مستحضر داشت و در ایامِ اقامت نواب براہیم خاں والی سچین المتخلص بمحب در سورت کہ بمکان خود محفلِ مشاعرہ منعقد می ساخت خوشتر با میاں منجو صاحب و حافظ داؤد دلکش و سید و میاں اخلاص در یک وزن و قوافی با یکدگر اشعار گفتہ غرضکہ ہر مصراع خوشتر خوشتر از قامتِ موزونِ خوبان قیامت قامت و ہر شعرش جواب مطلع ابروے مہ رویانِ زیبا طلعت از چندیں در برودہ رفتہ بمصداق کل نفس ذائقۃ الموت ذائقۂ ممات را خوشتر از لذتِ حیات دانستہ داعیٔ اجل را لبیک اجابت گفت

فرق ہے اسفل و اعلیٰ کا جہاں پر روشن　　یوں تو ہے مور کے بھی نقشِ پر و بال میں چاند

حرف الدال مہملہ

دلکش تخلص الموسوم بحافظ داؤد واز حافظانِ سورت بودہ دراخیر عمر بخدمتِ منصفیٔ عدالتِ سورت از سرکارِ انگریزی سرفراز و در نکتہ پسندی و لطیفہ گوئی و خوش لباسی و پاکیزہ خوئی ممتاز بہ نسبت ہندی در زبانِ دری مشق زیادہ ترمیداشت و مضامینِ رنگیں می نگاشت کتابے لطائف النظرائف نام بطریقِ مثنوی در فارسی بزعم خود بطرزِ بوستانِ حضرت سعدیؒ گفتہ و گہرہائے خوب سفتہ الحاصل اشعارش از گلہائے داؤدی خوش وافکارا واز تخلصِ او دلکش عرصہ چند سال است کہ بموداے آیہ کریمۂ کل من علیہا فان ایں جہانِ فانی را پدرود کردہ منہ

اخترِ صبحِ قیامت ہے دُرِ گوش ترا | رتبہ بیدم ہی کرے ہے لبِ خاموش ترا
سخت حیرت ہے کہ لیکر دلِ حافظ داؤد | کان پر ہاتھ رکھے ہے گہرِ گوش ترا

دل پہ سو معنیٔ رنگین گذرتے ہیں آج | کہ عوض بوسے کے انعام میں پایا بیڑا
زلف ورخسار تو ہیں آفتِ جاں پر میرے | خون کا اس لبِ خنداں نے اُٹھایا بیڑا

دلبر تخلص سید ابراہیم نام مرشد مقلدانِ ملتِ مہدویہ درویشانہ زیست میکند ہنگامِ ورود خود دریں شہر چند ابیاتِ طبعزادِ خود نزدِ راقم آثم فرستادہ ازاں ایں یک بیت گزیدہ دریں اوراق ثبت یافتہ من کلامہ

وہ آنکھیں لال کرتا ہے ہمیشہ میرے رونے سے | بجا ہے چشمِ ترکو میرے کہیے ساغرِ گل ہے

درویش تخلص سید درویش علی خلف مولانا میر عالم صاحب کہ فضائلِ ایشاں لاتعد ولا تحصے است کہ اکثر فضلا از خوانِ تربیت ایشاں سیراب کلام بودند ازانجملہ سید احمد صاحب مرحوم و حضرت دادامیاں صاحب اند بالجملہ حقیقتِ جلاوطن

از احمد آباد و متوطن شدن او بسورت از تعدئ حکام مرہٹہ از اغوائے ابن عم خودش چندانست کہ ایں اوراق گنجائش آں ندارد و چند سال است کہ بگور آرمیدہ من سخنہ

ساقی نے آج سر پر چھینٹا سجا گلابی   زاہد نہ ہووے کیونکر اب دیکھے گلابی

حرف الذال معجمہ

ذاکر تخلص اسم بزرگوارش سید محمود از بنی اعمام حضرت جد امجد راقم بنسبش بحضرت محبوب یزدانی سید احمد جعفر شیرازی قدس سرہٗ منتہے میشود تولد و نشو نما ایں شہر رشک ارم است بمصدر مکارم کریمہ و محامد صفات پسندیدہ ظاہرش ہمچو باطن مطابق و بمزید فضل و دانش برہمعصران فائق براضافہ علوم امتیازی تمام داشتہ لاسیما در دری زبان قدرت کاملہ و مضامین شستہ می یافت طرز نثر نویسی اش عذب و شیریں و گفتار گزیدہ اش دل نشین رسالہ انشا بطرز جامع القوانین تصنیف می فرمودہ در ابتدائے حال بخدمت صدر امینی قلعہ کہیرہ کہ از شائستہ خدمات انگریزیست قایم بودہ در عمر ہشتاد سالگی ودیعت حیات سپردہ امروز وفاتش راسیزدہ سال سپری شدہ گاہے دریں زبان بہ تفنن خاطر و پاس ہمزماناں سخن فرمودے قطع نظر از محاورۂ ایشاں کہ دریں وقت مروج است فرقے است بعید ایں یک دو شعر کہ بموجب زبان جدید گجرات از بیاض حضرت جد امجد ثبت افتاد و ہم باسم شریف خود متخلص می شدند

ہے اس روئے نکو پر اسطرح خط   قمر کے جس طرح ہو گرد ہالا

عبث ہے جستجو ذاکر دہن کی   نہیں تا عمر بھی یہ پانے والا

حرف الراء مہملہ

رحمت تخلص رحمت اللہ نام بود کہ در احمد آباد اقامت می داشت در عوام مشہور است منہ

دلا اب تو فرقت ہیں جاتی ہے جان ‏ ‏ ‏ ‏ مجرب کوئی اب دوا کر تلاش

رسوا تخلص مرزا عبد اللہ بیگ خلف قائم قلی خاں سوائے علم ظاہری کسب باطنی از حضرت بڑا صاحب خدا نما نمودہ باعزہ احمد آباد محبوب می شد قائم قلی خان چندمدت قائم مقام دیوان صوبدار احمد آباد بودہ دہتوتقہ و پٹلاد جاگیر داشت باکان خان از زمان جنت آشیانی جہانگیر بادشاہ تا عہد فردوس آرامگاہ محمد شاہ بخدمات منیعہ و مناصب رفیعہ فرق عزت بفلک می سودند و آوردہ اند کہ رسوا از اندیشۂ رسوائی جواب وسوال دیوان آخرت در آخر عمر دیوان خود را آب زد و ہمہ را یک دست بشست و باوجود آں دو شعر بہم رسید و التقاط گردید

بستان دل کے اندر گلزار ہیں تو ہم ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ اشجار ہیں تو ہم ہیں اثمار ہیں تو ہم ہیں

ہیں عندلیب بے نطق اس گلشن جہاں میں ‏ ‏ ‏ ‏ اس عین لامکاں کے مختار ہیں تو ہم ہیں

رفعت تخلص سید رفعۃ اللہ از سورتیاں است ارادت در خاندان رفاعیہ می داشت منہ

چھد گیا دل کیا بلا تھی نوک مژگان یار کی ‏ ‏ ‏ ‏ جس جراحت سے لگی ہے اب مجھے جاں کندنی

رکھوا تخلص واگاہی دست ندادہ خنیاگرے بود خوش آواز کہ بنغمات دلفریب فولاد دلاں را باعجاز داؤدی نرم ساختے و بہ نسبت صورت سیرت پسندیدہ داشتے اصلش از سورت بودہ وہم درانجا جام عمرش لبریز بادۂ فنا شد ہمدرفن خود شائستہ قانون داں. بوجہ فیض سخن دراں طبعش مائل شعر شدہ از ترانہائے ابیات خود بسان مضراب

قانون و رباب دلِ نالانِ عشّاق بے برگ و ساز میزد و مارا از نوا سنجی عندلیبِ فکرش رسید این است کہ فی زماننا این ہم از غنیمت

زلفوں کو تو آراستہ اے یار کیا کر ۔ پر دل کو کسی کے نہ گرفتار کیا کر

حرف الزا معجمہ

زیرک تخلص اسمش سید علوی ابن سید محمد سجادۂ درگاہِ علی بن عبداللہ عیدروسؒ کہ مزار ایشان در سورت واقع است از ایام قلیل مشقِ سخن پیدا کردہ اوصافِ حمیدۂ ایشان بسیار مسموع می شود

جوں سایہ گرا سرو اُسے دیکھ زمیں پر ۔ باعث یہی گلشن میں ہے پھولوں کی ہنسی کا

عبث دکھلاتے ہو ہر بار خال و زلف مجھے ۔ بغیر دانہ و دام آپ کا شکار ہوں میں

حرف السین مہملہ

سلیمی تخلص مردے سلیم المزاج و در فن منشی گری قابل و از معارفِ بمبئی است از موزونیات اوست

اس قدر وہ حسن میں اب فخر مہ پر لے چلا ۔ بدر بھی داغِ غلامی ناصیہ پر لے چلا
اس چمن کی سیر کو آیا جو وہ مانند گل ۔ پارۂ دل ہر سرِ نوکِ مژہ پر لے چلا

سمجھو تخلص ناظمِ کشورِ فصاحت فرمانروائے اقلیم بلاغت زبدۂ شعرائے عالی مقام خلاصۂ سخنوران ذو الاحترام غلام محمد نام المشہور بمیاں سمجھو اصل از بندرِ مبارک سورت اکثر بلاد را بگامِ مساحت پیمودہ وقتِ مراجعت از سفر حجاز در رکابِ ظفر انتسابِ شاہزادہ محمد جہان شاہ خلفِ محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہِ غازی بدار الخلافت

دہلی رفتہ قصیدہ بفصاحتِ تمام و بلاغتِ مالا کلام در مدحِ حضرتِ ظلِ سبحانی انشا
فرمودہ پس از حضورِ بارگاہِ سلطانی در صلۂ آں بخلعتِ فاخرہ مشمول نوازشاتِ
خاقانی شدہ۔ مدتِ قلیل تا ہنگامِ اقامت خود در دہلی چند غزلیاتِ خود را پیش مومن
خاں و خاقانی ہند محمد ابراہیم ذوق درآورد بعدہ بحیدرآباد دکن رفتہ در سرکارِ
راجہ چندولال دیوانِ دولت علیہ عالیہ نظامیہ بسلسلۂ شعرا داخل و ملازم شد تا اکنوں
از مدتے چند در سرکارِ عالی تبار ثریا جاہ نجم الدولہ ممتاز الملک نواب حسین یاور مومن خاں
بہادر والی بندر کھمبائت بر عہدۂ وکالتِ انگریزی کہ از شائستہ خدماتِ آں سرکار
والا است معزز و ممتاز اند۔ در فارسی فاضلِ عصر و دیگر فنون کاملِ دہر اگرچہ شہرۂ شعرِ آں
مجمعِ کمالات از دیگر علوم بیشتر است اما اشعارش نمونہ ایست بر دیگر فضائلِ او الحق حقِ
استادی بر ذاتش مسلم اگر سعدیِ وقت گویم سزا است و اگر فردوسیِ عہد خوانم رواست
کلامِ اعجاز بیانش الہامے است کہ فرشتہ بایں معنی ناطق شدہ و حسن بخش یوسف
صفتے است کہ عجوزہ طبعاں را زلیخا وار جوانیِ تازہ بخشیدہ الحصار افضلیتِ آں
استاد متبحر آبِ دریا پیمودنست از تسویدِ کلامِ فصاحت نظامش بر مطالعہ کنندگان مخفی نہ ہ

گر یہی ضعف ہے تو موت سے ہم بے غم ہیں   جان کو جسم سے دشوار ہے باہر آنا

جلایا بادِ کوئے سرو قد نے جوں دمِ عیسیٰ   اڑا ہر ذرہ قمری بن کے اپنی خاکِ شہد کا

صورتِ قبلہ نما عاشقِ ابرو کو ترے   بعد مردن بھی ہے بے جان تڑپتے دیکھا

دستِ گستاخِ زلیخا نے بلائیں پاؤں کی   جیبِ یوسف ٹھوکریں کھا کر ترا دامن بنا
آنکھ بس ساقی پہ گرتے ہی پیالہ ہو گیا   تھا خمیر اپنا وہیں کا میکدہ مدفن بنا

کرتے ہیں تکلیفِ سیرِ گل مجھے ہجراں میں دوست
اس زمانے میں دیا کرتے ہیں دھوکا آشنا

ہے دہن درج اور دُر گوہرِ سخن سے ہے دلبستگی
بات حق یہ ہے کرے اللہ پیدا آشنا

آ گئی یاد اگر گردشِ چشمِ ساقی
حشر میں قبر سے اُٹھنا ہمیں مشکل ہو گا

دشمنِ جاں چشم و لب عیسیٰ نفس
فرق یہاں اعجاز پر جادو رہا

دست فریادی ہے کس مظلوم کا
کھینچتا شانہ ترا گیسو رہا

ہر رگ و پے میں بھرا تھا عشقِ شیریں اسقدر
استخواں فرہاد کی کھا کر ہما طوطی بنا

قدم رکھتے ہی اسکے لوٹ تھا دل ساری محفل کا
دکھایا مرغِ قالیں نے تماشا مرغِ بسمل کا

میں نہ رویا گو جلا کیا کیا دلِ ناپختہ کار
آگ پر پانی نہ ٹپکا اس کبابِ خام کا

پروئے قصہ خواں نے جیسے موتی
ہمارے اشک کا بھی ماجرا کیا

میں تو ہوں کم نگاہی کا مارا
تم نے کیوں مجکو نیمچہ مارا

آیا دوپٹہ تان کے سونا جو اُن کا یاد
مرقد میں پُرزے ہو کے ہمارا کفن گرا

اُف رے خوں گرمی جو کھینچا زخمِ دل سے یار نے
تیر انگریزی سلائی کا سا روشن ہو گیا

جان پڑ جاتی چمن میں تیرے قد سا اک بھی — سرو ہوتا اس روش اس ناز اس انداز کا

جی گیا بس روپ دیکھ آبِ دُرِ گوشِ صنم — ناتواں تھا میں بہت قطرہ بھی دریا ہو گیا

چپ شرارت سے ہے رہنا اس گلابی پوش کا — شعلہ عالم سوز ہے اس آتشِ خاموش کا

لاغری میری جلاتی ہے ہر اک کے دل کو — یہاں شعلے کے برابر ہے اثر میں تنکا

تعظیم کیا کہ بزم سے مجکو اُٹھا دیا — افتاد کیا کہوں کہ نظر سے گرا دیا
دق ہو کے ہم نے اُس سے چھپایا تھا اپنا منہ — ہمدم کفن کو کھول کے پھر کیوں دکھا دیا

دل پہ کیا گذری جو ہے جوشِ سرشک — دوڑتا آیا نامہ بر میرا
دن پھرے میرے اے بلندیٔ بخت — مہروش آیا بام پر میرا

نہ سادگی سے فزوں ہو جو قدرِ رنگینی — زیادہ شیرے رکھتی ہے کیوں شراب بہا

منہ مت مرا چڑا ئے آئینہ دیکھئے — اس اچھے منہ کو کرتے ہو کیوں مہرباں خراب

ایک قدم راہ تھی ہستی سے عدم تک جوں اشک — بس نکلتے ہی ہوا اپنی ہیں گھر سے غائب

بد دعا غیر کو بھی میں تو نہ دوں گا سمجھو — قیدِ گیسو سے ہوا سکے کہیں آزاد رقیب

لازم ہے یہ اسے کہ سر راہ میں بچھائیں توڑے ہے آکے شیشہ جو ہر بار محتسب

تن بلور و چہرہ آتش تِرا دِیر رنگِ حنا ہے تہِ قندیل روشن منجمد رنگِ شہاب

ابرو سے دل بچا تو مژہ سے جگر چھدا روکی اُدھر کی چوٹ تو کھائی ادھر کی چوٹ

پانی سے اُسکی آنکھ میں پتلا کیا ہمیں اشکِ رواں کو سمجھے تھے ہم آبرو عبث
ظاہر رگیں ہیں ضعف سے تن کی برنگ پاں پیاسے ہیں میرے خون کے یہ خوبرو عبث
کب دھوئے ہے وہ پانوں کہو اسکو ہات دھو رگڑے ہے سر کو موجِ لبِ آب جو عبث
اے رشکِ یوسف آپ یہ زنداں نہ کیجے گھر آئینہ مت لگائیے گا جا بجا رسو عبث

اس کی جو الجھی طبیعت بال سُلجھانے کے وقت جی میں ڈر کر دانت کھولے رہ گیا کیا شانہ آج

سمجھو وہ کیونکہ ہات میں آوے کہ رکھے ہے نازک کمر سے اپنی وہ نازک کمر مزاج

کر جاے ہے جہاں سے کنارا ابر آتے ہی مرٹنے کی یہ چال ہمیں بھی سکھائے موج
زہرہ کیا ہے آب دمِ سرد نے مرا ثابت سرِ نسیم پہ ہے خوں بہائے موج

غربت میں کوئی ہو گا نہ مجھ ناتواں کی طرح اپنا ہی میں بنا رہوں ریگِ رواں کی طرح
دل ہات سے گیا تو گریباں پہ زور کیا اس مہ کو دیکھ ٹکڑے ہے از خود کتاں کی طرح

کام کرجاتی ہے مہندی کا نزاکت دیکھنا
عطر کے ملنے سے ہو جاتے ہیں دستِ یار سُرخ
تجھ پہ مے خواری کا سمجھو لوگ کرتے ہیں گماں
آنکھیں رو رو کر کیا مت کر تو جوں سرشار سُرخ

فلک نے پاؤں پہ ڈالا اٹھا للکے آخرِ شب
صنم نے شام کو پھر اُس کے مُنہ پہ مارا چاند
شبِ فراق میں تو حالِ اضطراب نہ پوچھ
کہ ہر گھڑی نظر آتا ہے اک ستارا چاند

خاک ٹھنڈا مرا کلیجا ہو
اس کے بن مجکو اک بلا ہے چاند

سمجھو ہے بامِ شیشۂ افلاکِ زرنگار
پر حیف چاروں طرف سے ہے یہ مکان بند

شہپرِ خواب اپنی سمجھو اسکی زلفیں ہو گئیں
دھیان میں ان کے سداراتوں کو اڑجاتی ہے نیند

عکس بابک دگریبوں کا ہے
یا ترے رنگِ پان ہونٹوں پر
اپنے لب کی ممتیں بھی چاٹ لگی
کیوں نہ پھیر و زبان ہونٹوں پر
آیا پیغام بوسہ آج مرے
فخر رکھتے ہیں کان ہونٹوں پر

ہوں چولا غر کنایتاً مجھ سے
خس کا منگواتے ہیں وہ اکثر عطر
عطر فتنے کا کیا ہے گروہ شریر
جو ملے فتنہ ہے وہ یک سر عطر

جس نے دیکھا اُسکا چلنا اسپہ اک جادو چلا
سحر کے پتلے کا عالم ہے قدِ دلدار پر
آبِ حیواں پیویں کیا بیٹھے ہیں ہم
زہر کھائے شربتِ دیدار پر

ہے نیا مضمون یہ اک سمجھو بلاقِ یار کا
قفل گویا ہے درِ گنجینۂ اسرار پر

ہو مرغ کو سیند ور سحر کا یہ سپیدا
یارب نہ سُنا تفرقہ پرداز کی آواز
کھُل جاتے ذرا حضرتِ داؤد کے بھی کان
سمجھو مرے سُنتے جو خوش آواز کی آواز

دل چرانے میں ہات ہلکا ہے
نہیں خوبوں کا اعتبار افسوس

ہوس تھی آمدِ محشر خرام قاتل کی
سو ٹھوکروں میں پھری اپنی ماری ماری لاش
موئے ہیں ہم غم پردہ نشیں میں صورتِ شمع
کفن میں صبح نہ آئی نظر ہماری لاش
یقین تھا ہمیں جوں نقشِ پاگلی سے تری
اٹھانے دیگی نہ یہ اپنی خاکساری لاش
رگڑ کے ایسے موئے ایڑیاں ترے بیمار
کہ اپنی گور میں اپنی ہی بس اُتاری لاش
اُٹھے ہیں ہو کے سُبک ہم جہان سے سمجھو
گناہگاروں کی ہوتی ہے ورنہ بھاری لاش

رونے سے مرے دل کے نہ ہو مضمحل آتش
یہاں گل کی طرح آب سی ہے مشتعل آتش
بجلی کے ہوا ابر میں چھپنے سے یہ روشن
ہے خندۂ پنہاں سے ترے منفعل آتش
آہِ دلِ آتش ہے نہ سمجھو اُسے شعلہ
از بسکہ لبوں سے ہے جو اسکے خجل آتش

دامنِ پشواز ٹھوکر سے اُچھل جاتا نہیں
مارتا ہے موج یہ بحرِ لطافت وقتِ رقص

کہے جو اُن کو کوئی مرجاؤں شمع ساں کہ مجھے
رکھے ہے زہر کا بس تلخئ جواب خواص
تصور اسکا مجھے بیخودی میں ہے سمجھو
کہ بہرے عشق کا ہے اِسنہ خواب خواص

یقینِ حرفِ وفائے بتاں یار سے ہو
کہ خود وہ بے اثر او رتس پہ بے نشاں اخلاص

نصیب لڑتے ہیں وہ ماہ پھر ہے صلح کناں
رکھے ہے ہم سے کچھ ان روزوں آسماں اخلاص

ادائے دوست پہ تھا خوں سرِ قرض
کیا رشک عدو نے وہ ادا قرض

شبِ ہجراں میں مرنا تھا پہ لاچار
قضا نے کی جو سُستی رہ گیا قرض

جلا کیا شمعِ کشتہ پر مرا جی
قصاص اسکا تھا مجھ پر کیا بلا قرض

خط کترنے جو گل اندام نے چاہی مقراض
چہچہے کرتی تھی بلبل کے سے کیا ہی مقراض

دامنِ قاتل نچوڑا پنجۂ مژگاں سے ہے
اشکِ خونی کا تو سمجھو اک بہانا تھا فقط

مجھ ناتواں سے ٹوٹ سکا اس کا کیا لحاظ
پردہ اُٹھا دے یار کا توڑا اے صبا لحاظ

خلوت میں اُس نے آتے ہی مجکو اُٹھا دیا
سمجھو میں اس کی آنکھوں میں گویا کہ تھا لحاظ

آسیرِ باغ کو شبِ تاریک ہے تو کیا
ہر شاخِ گل جلے گی ترے آگے جائے شمع

پاؤں میں اس کے رنگِ حنا ہو گیا سیاہ
قد شعلۂ چراغ ہے وہ سایۂ چراغ

منظور اب ہے دیدۂ خونبار کو کہ ہو
تیار کوئی اس کے سرِ رہگذار باغ

ہر شرارت پیشہ کو سمجھ بچپانا دیکھ کر
آگ غفلت سے لگا دیتا ہے اماں میں چراغ

ناخن سے اپنے خط کے ہیں ہم نے بنائے حرف | یادِ خراشِ دل اُسے شاید دلائے حرف
غصے کا یار کے جو نہی اندیشہ آ گیا | لکھ کر سوال بوسے کا لب تک اُٹھائے حرف
کیا خاک سوکھے دیدۂ تر کا لکھا جو حال | کتنا ہی ریت ڈال کے ہم نے سُکھائے حرف
لکنت یہ بے سبب نہیں لب اس قدر ہے تنگ | ٹکڑے نہ جبتلک ہوں تو کیونکر ہو ادائے حرف
مکتوب میں جو بات ہے ہم میں کہاں یہ بات | خوش آئے ہم کو گفتگوئے بے صدائے حرف

یوں توڑے شیشہ محتسب اور اس طرح ملے | بنت العنب کی خاک میں حرمت ہزار حیف

تیجو وہ یار بھی ہے شراب اور ماہتاب | یہ نعم الاتفاق ہے اور حُسنِ اتفاق

جنبشِ دامنِ جاناں کو ذرا دیکھ مسیح | جان پا کر متحرک ہوئی تن سے پوشاک

زخمہائے تن پہ رکھتا چن کر پلکوں سے اُسے | کاش اشک شور میر اگر کے بن جاتا نمک
جل گئی ہے موجِ تیغ خندۂ دنداں نما | ریزۂ الماس سے مانگے ہے دل میرا نمک
خندہ سے واقف نہیں مطلق لبِ شیریں یار | ہے دیارِ حُسن میں شکر سے بھی مہنگا نمک

تیجو لبِ دلبر پہ ہوا سبزہ نمودار | لایا ہے عجب کچھ یہ نگینِ شجری رنگ

عاشقِ زلف کا بلبے اثرِ بختِ سیاہ | کہ ہو منظور اسے شمع بجھانا شبِ وصل
شرم سے یار کے منہ پھیرنے کا ہے یہ علاج | آئینہ چار طرف اب کے لگانا شبِ وصل
انقلاب اس کے سوا اور نہ دوراں دکھلائے | کہ تری پائنتی ہو میرا سرہانا شبِ وصل

شیریں لبوں کو جو سئے دشنام کھائیے — پرہیز کیوں کریں کہ نہیں اب دوا قبول
آغوش میری خالی ہے مدت سے اے حکیم — قولِ خلا محال ہو ہجراں میں کیا قبول

دہانِ یار کی تنگی نہ پوچھو — کہی جاتی نہیں ہے بات مشکل

گو چرخِ ہفتمیں پہ دماغِ عدو ہے خیر — سمجھو تو بیچ کے سایے سے بس ابن زحل کے چل

ناتوانی نے نہ شرمندہ مجھے ہونے دیا — ورنہ منہ تھا مجھے ناصح کو دکھانا مشکل
کشورِ حسن میں کس مرتبہ ہے قحط یقیں — آگے خوبوں کے قسم کا بھی ہے کھانا مشکل

شیشۂ ساعت سے ہیں ہم خاکسار — خاک ہیں بس اپنے پیراہن میں ہم
لاغروں کی بھی ہیں آنکھوں میں حقیر — تارے ہیں دیدۂ سوزن میں ہم
پہنے ہے موتی کا زیور گلبدن — اشکبار اب ہونگے پھر گلشن میں ہم
آبِ زر سے لکھتے ہیں اس لیے وصف — جڑتے ہیں یاقوت کو کندن میں ہم

طغیاں کی علامت ہے بہت چمکے ہے گر برق — طوفان مچا دے گا یہ ہر بار تبسم
موسیٰ پہ برستا تھا دمِ شب یہ ہے وہ شہد — منہ سے ملے ہونٹوں کا شکر بارِ تبسم

نمود اپنی ہے بس اس شمعِ بزم آرا سے دنیا میں — غرض ہیں صورتِ تصویرِ فانوسِ خیالی ہم

یاد کر دشت میں کوچے کو ترے آبلوں سے — پھوٹ کر لگتے ہیں رونے مرے ہر بار قدم

ایڑیاں تھک کے تری راہ میں گھِس گئیں یہاں تک — خار پا سے ہوئے ہیں ریش میرے یار قدم
ندیاں کوچے میں بہنے لگیں اس ظالم کے — ایسے بیماروں نے رگڑے پسِ دیوار قدم

بلا سے برقِ آفت ہے تو ہے ہم پر گرے لیکن — نگاہِ یار سے رکھتے ہیں یہ چشمِ عنایت ہم
سراپا چشم ہے نقشِ سمِ آہو سے کل صحرا — کوئی طرفہ تماشا ہیں ترے مجنونِ الفت ہم

مہندی لگا کے سینکتے ہیں وہ تو اپنے ہات — اور لوٹتے ہیں آگ پہ ان کی حنا سے ہم
زلفیں سنوار شامتِ عشاق سے نہ ڈر — ہوں گے بھی گر اسیر تو تیری بلا سے ہم

تنگ وحشت سے ہم کو ہے صحرا — اب کدھر کو نکل کے جاویں ہم

سبزۂ پشتِ لبِ یار سے لازم ہے حذر — شہد میں زہر ملا کر وہ دیا کرتے ہیں
میں وہ مجنوں ہوں کہ صحرا کی مرے خارِ خسک — دامنِ برق کے بھی لتے لیا کرتے ہیں
فرمیشن ہیں مگر عاشق و معشوق تمام — بن کہے آنکھوں میں پہچان لیا کرتے ہیں

مر گئے پر بھی ہو چکا آرام — گر یہی آسماں ہے زیرِ زمیں

روشن ہے یہ مکر جا ندنی سے — مکار ہیں جتنے مہ جبیں ہیں
تیغ ان سے نہ اٹھ سکی یہاں سر — ہم اُن سے زیادہ نازنیں ہیں

ترے غمزوں میں شیشے کے بنائے جس نے در وا کئے — عزیمت خاں ہے اس نجار کا اب نام عالم میں

عبث یہ تھا بقدم کاکل سیاہ نہیں (؟)
وہ کون ہے ترے قدموں کا بوسہ خواہ نہیں

قبائے سبز پہن دو نہ سرو کا دھوکا
نہ پھر یہ کہیو کہ میں آبِ زیر کاہ نہیں

بلند اہلِ صفا کی نگاہ میں ہیں پست
فلک کو دیکھ لو آئینہ میں وہ جاہ نہیں

نہ کیونکہ دیکھ رہے آئینہ ہے پشتِ قدم
حیا سے وہ کئے نیچے عبث نگاہ نہیں

سوچا نہ کچھ مآل کہ بیٹھا ہے یار بھی
گل شمعیں اپنی آہ سے بزمِ عدو کی ہیں

مژگاں خلافِ وضع تری کر گئی ہیں کام
گو سوئیاں بعینہ بس وہ رفو کی ہیں

بار جس سینے سے ہو تیری نگہ وہ نہ اُٹھے
زخم رکھتی ہے مری طرح سے کاری چلون

اس کا مقدور تھا یوں بیچ میں حائل ہوتی
تیری پشتی سے ہی روکش ہے ہماری چلون

سیمابِ مقید ہوں میں شیشے میں جہاں ہوں
بے تاب ہوں اندازۂ گرمی کا نشاں ہوں

ہمراہِ صبا خاک ہوں میں نالہ کناں ہوں
گویا جرسِ قافلۂ ریگِ رواں ہوں

خاصیتِ ضدین مری ذات میں ہے جمع
نظروں میں سبک ہوں تو میں خاطر پہ گراں ہوں

گویا ہوں جوابِ دہنِ یار میں نالاں
خاموش رہوں تو نہ کوئی جانے کہاں ہوں

میں سنگ سے اطفال کے ہوں تا بکمر غرق
مانندِ فلک زیرِ زمیں نصف نہاں ہوں

جوں عکس میں لاغرِ حزیں ہوں
آتا ہوں نظر پہ کچھ نہیں ہوں

ہوں زیرِ فلک سدا مکدّر
جوں دُرد میں خم کا تہ نشیں ہوں

بوٹے سے ہے قد کا دل میں نقشہ
میں کیا شجری کوئی نگیں ہوں

اب پشتِ لبِ اس گل کے آغاز ہے سبزے کا
آبِ دُرِ دنداں کی تاثیر اسے کہتے ہیں

دو تیری ہیں خوش جمال آنکھیں
جاتے ہیں مُجرا غزال آنکھیں
رو رو کے غبار لائیں آخر
دیکھ آئی ہیں کس کی چال آنکھیں
اس باغ میں کھول دیکھ سمجھو
تو کر کے ذرا خیال آنکھیں
شبنم سے ہے پات پات جلوہ
نرگس سے ہیں ڈال ڈال آنکھیں

حادثاتِ چرخ کب ہر دم نہیں
تیروں کی برسات کو موسم نہیں
گہنا موتی کا اُتارا یار نے
دھوپ نکلی گل پہ اب شبنم نہیں

میں بھی گویا رجال غیب سے ہوں
ہوں نحیف اسقدر جدائی میں

کون یہ پاک گھر آکے رہا آنکھوں میں
مردمِ دیدہ جو اشکوں سے یہ گھر دھوتے ہیں
چاندنی سی ہے جو دالان میں سارے سمجھو
کیا وہ بے پردہ چھپر کھٹ میں مگر سوتے ہیں

پسند ترکِ ادب مجکو تیرا جان نہیں
سو دست و پا میں دمِ نزع کھینچ تان نہیں
مجھے کچھ آئے ہے رونا سا خندۂ گل پر
ہزار شکر کہ وہ شوخ بدگمان نہیں

اکیلا اور عریاں دور ہوں اس جھرتاباں سے
زیادہ جی جلا گرمی میں سمجو آب کے سایہ میں

جوشِ گریہ نے نہ چھوڑا کوئی تنکا باقی
رشکِ اغیار سے کھٹکے تھا یہ گھر آنکھوں میں

فیضِ شادابیٔ رنگین مزاجاں ہے رسا — گر حنا پاؤں میں ملئے ہوا تر آنکھوں میں
پردۂ چشم ہے یا پردۂ فانوسِ خیال — شکل پھرتی ہے تری آٹھ پہر آنکھوں میں

دکھلاتا اس کا منہ جو نہ ہوتا نقاب میں — دیکھا نہ ہوگا تو نے زلیخا یہ خواب میں
جادو ہے کوئی محرمِ آبِ روانِ یار — چڑیا کو جس نے بند کیا دو حباب میں
ہم مستِ چشمِ یار ہیں ساقی ڈبو کے دے — ہم کو کوئی کباب ہرن کا شراب میں

اشکوں نے میری رکھ لی کیا آبروئے عزلت — مثلِ حباب لیکر پھرتا ہوں گھر سفر میں
جب تم گئے غش آیا اور وہ گیا تم آئے — ہے میری بیخودی کو ضد تم سے ہر سفر میں

داغِ اشکِ خوں سے خالی عشق میں کب ہے کنار — گل برنگِ خار دامن گیر اس بستاں کے ہیں

اس کی نوخیز چھاتیوں کے سے — پھول گلشن میں ایک اس نہیں
اور بھی ہیں تو اس قرینے کے — ایک بوٹے کے پاس پاس نہیں

ہو تجکو حنا اور مجھے اک نوع کی ٹھنڈک — مل جاوے جو پاؤں سے اگر تو مری آنکھیں

تھا صورتِ عکسِ آب کیا میں — جاتے ہی تمھارے بس نہ تھا میں

کوئی ہیرا نہ کھائے دیکھ لے دانت — مسکرایا کرو ہنسا نہ کرو
ہمدو سروِ قد سے مجکو ملا دو — نیم سے تپ کا ٹوٹکا نہ کرو

دیکھو سمجھو زمانہ نازک ہے ‏ ‏ ‏ ‏ عشق اس کی کمر کا جانے دو

کیا ہے شوقِ دل لکھکر روانہ کوئے دلبر کو ‏ ‏ ‏ ‏ کبوتر کیا کہ میرا لے اُڑا نامہ کبوتر کو

ہوا ہے آئینہ جب سے حضور صاحب کے ‏ ‏ ‏ ‏ ہمارے یار بھی تم ہو رقیب بھی تم ہو
مسیح تم ہو یہ انگڑائی لو جو ہو کے کھڑے ‏ ‏ ‏ ‏ ہمارے قتل کو شکلِ صلیب بھی تم ہو

اب چشم ہے خدا سے ہم کو کرم کے ساتھ ‏ ‏ ‏ ‏ دل سا رفیق پھر گیا چشمِ صنم کے ساتھ
چپ بیٹھ رہنے دو مجھے بس منہ ہی مت لگاؤ ‏ ‏ ‏ ‏ آتی ہے جان لبے کی طرح ہر دم کے ساتھ

آ گئے ہے اس مہروش کے چشم پرنم آئینہ ‏ ‏ ‏ ‏ اُڑ کہیں جائے نہ مثلِ آبِ شبنم آئینہ
یار کے دیکھا تنِ شفاف سا کم آئینہ ‏ ‏ ‏ ‏ سر سے پاؤں تک ہے وہ جوں قدِ آدم آئینہ
کھیلتے تھے لیکے میرے دل کو طفلانِ حسین ‏ ‏ ‏ ‏ توڑ ڈالا کس نے یہ واللہ اعلم آئینہ
ہے اشد تحقیق قید الما من قید الحدید ‏ ‏ ‏ ‏ گھر سے کس صورت سے باہر آئے ہمدم آئینہ
اہلِ عالم کرتے ہیں پشتے سے یہاں پیدا نمود ‏ ‏ ‏ ‏ ہو نہ بن سیماب صورت گیرِ مردم آئینہ

جھکا قامت اپنا ضعیفی میں سمجھو ‏ ‏ ‏ ‏ جوانی کے بھی بانکپن سے زیادہ

یہاں رات بھر مدام درِ میکدہ ہے باز ‏ ‏ ‏ ‏ کچھ دورِ کمینی نہیں چشمِ بتاں ہے یہ
کانوں میں انگلیاں وہ رکھے نالے میں کر لی ‏ ‏ ‏ ‏ اُلٹی ہمارے عہد میں رسمِ اذاں ہے یہ

کیا مزا دے ہے وہ رُخ دیکھ کے غش ہو جانا　　خواب شیریں ہے کہ اک وقت سحر آتا ہے

رحلِ ابرو پہ جبیں سا تیرے قرآں چاہیے　　صادق الاخلاص مجھ سا ناظر خواں چاہیے

کچھ تو دنیا کی ہوا کھائیں فلک کے ساکن　　عرش کی سیر کو ہے آؤ رسا کی مرضی

کہیں کھٹکے نہ حسن و عشق میں پھر　　تیر مژگاں سے دل لگی سی ہے
پھر یہ تاریکی زلف کی کیا ہے　　منہ کی حالت تو چاندنی سی ہے
آ ہوئے چشم یار کو سمجھو　　ہم سے اک گرگ آشتی سی ہے

صرف نحو عشق کا پوچھو نہ حال　　ق　　بے قیاس اس فعل میں تعلیل ہے
غم مضاعف فکر ناقص وصل شاد　　بے مثال اس کے سر ایک تاویل ہے
علمِ آزادی میں ہم علامہ ہیں　　دل ہمارا فارغ التحصیل ہے

قاتل کی میں شکل دیکھ تو لوں　　اے خنجرِ آب دار دم لے
جلدی نہ کر اے اجل کہ سمجھو　　ہے کشتۂ انتظار دم لے

زبس بلا کشِ راہِ صدا انتظار ہوئے　　ہمارے دیدۂ پُر نم بھی پُر غبار ہوئے
کھڑا ہے غرفے میں آتش کا کون پرکالا　　کہ تارِ شمع جو چلون کے تار تار ہوئے

کیا اُڑا دی وہ مری سونے کی چڑیا تو نے　　ہائے گردن نہ تری مرغِ سحر ٹوٹ گئی

نہ کیونکہ سر سے گذر جائے موجِ خونِ شک
دوپٹا یار نے اوڑھا ہے آج شنجرفی

دی طباشیر رنگِ باختہ نے
رہے کیا کیا بخارِ اُلفت کے
نزع میں آئے سو بھی ہمرہِ غیر
تا کہ مر جاؤں مارے غیرت کے

ہے تجلی گاہ موبافِ زری کے نور کی
اسکے کب جوڑے کو پہنچے چوٹی کوہِ طور کی
کیا لگے دل گھر نیا اور لوگ سارے غیر جنس
خوش نہ آئے یار بن صورت بہشت و حور کی

کون در سے ترے قاتل کے مگر پاس آتا ہے
کیا غضب تیر بھی آتے ہوئے تھراتا ہے
غم سے خالی نہیں دنیا کی خوشی کے بھی کام
سر بھی دیتے ہیں تو اشک نکل آتا ہے

ماہ تیرے روبرو ہو پانی پانی شرم سے
چادرِ مہتاب بھی بنجائے چادر آب کی

از بس دہانِ دلبرِ انگریز تنگ ہے
کیا نکلے مُنہ سے بات کہ قیدِ فرنگ ہے

چراغِ طور فندقِ یار کی موسیٰ کو دکھلا دے
انگوٹھا ملکہ اترا کے یدِ بیضا کو دکھلا دے
بلند از بس ہوا تیری مسیحائی کا اب شہرا
عجب کیا آسماں پر گر زمیں عیسیٰ کو دکھلا دے

اپنا تو ہے دم حباب کا بس دق
کیوں خضر نے عمر جاودانی کاٹی

مجکو کیا ہے پست فلک نے یہاں تلک
ممکن نہیں بگولہ مری خاک سے اُٹھے

عطرِ فتنے کا میں یوں غیر کو ملنے دوں اُسے　　پر مرے جی میں یہ آتا ہے کہ شر کیلیجے

خاک تھا اُس بزم میں دیکھا جو کچھ　　آنکھ اپنی صورتِ گلگیر تھی
ضعف سے جوں زلفِ خوباں پاؤں میں　　بے صدا دائم مری زنجیر تھی

اُٹھ سکے کیا ہم سے جورِ زلفِ یار　　اب نہ وہ بل ورنہ وہ طاقت رہی

کون بالائے ماہتابی ہے　　چاند کو چھپنے کی شتابی ہے
کون سیماب وش نہا کے گیا　　یوں جو موجوں کو اضطرابی ہے
مہ کے جلوے پہ پھر گیا پانی　　یار اوڑھے دوپٹا آبی ہے
چاند ہوتا ہے صدقے سایے پر　　کس کے گھر کی یہ ماہ تابی ہے

رخسارِ یار کو عرق آلودہ دیکھ کر　　گلشن کے سارے پھولوں پہ پس اوس پڑ گئی
زنجیر کا خدا کرے آباد گھر رہے　　ہاتوں سے اُس کے پاؤں کی اپنے رگڑ گئی
تسجو غبار اپنا اڑا اُس گلی سے جب　　اک خاک تھی کہ چشمِ رقیبوں میں پڑ گئی

منہ اس کے گا ہے جانبِ ابرو نہ کیجیے　　قبلہ بھی ہو تو سجدہ ادھر کو نہ کیجیے
گہہ اپنی چشم و ابرو سے کافر خدا سے ڈر　　یوں رہ کے عین کعبے میں جادو نہ کیجیے
پانی ملا کے مے نہ پیو دستِ غیر سے　　پانی کسی کا رشک سے لوہو نہ کیجیے

ماہ نے اس سے جو لی رات لڑائی منہ کی　　تا ابد داغ لگا ایسی تو کھائی منہ کی

سرمگیں اشک کی مانند عجب کیا ہے خال　　گرد ڈھلکنے کو لگے ہو یہ صفائی مُنہ کی

ٹھنڈ میں کب مُنہ سے نکلے ہے دھواں دل جل گیا　　سرد مہریِ بتانِ آتشیں رخسار سے
گھر مگر سمجھو یہ اسکے عاشقِ گریاں کا ہے　　بیکسی جس کے برستی ہے درو دیوار سے

اس نے چٹکی لی تو کیا ہے درد میٹھا سا ہوا　　انگلیوں کا پور ہر اک نیشکر کا پور ہے
دل شکستہ مجھ سے دشمن کا بھی ہو سکتا نہیں　　ناتوانی کا بھی عالم اپنی سمجھو زور ہے

مہروش کی ہے چوٹی ایڑی تک　　سر پہ شام آے سایہ ڈھلتا ہے
کس کی آئی مساس عشق میں یاد　　دل کوئی سینہ میں مسلتا ہے

جان اٹکی ہے لبوں پر جیسے اٹکا دل مرا　　ہو گیا مرنا بھی مشکل آپ پر مرنا مجھے
لاش لاوارث کی سمجھو کس کو غم تجہیز کا　　صبح آیا کیا ہی رونا شمعِ کشتہ پر مجھے

دیکھ اپنا عکسِ چشم وہ بیخود مدام ہے　　آئینہ اُس کے ہاتھ میں صہبا کا جام ہے
جو ہو سو منہ پہ صاف کہیں شکلِ آئینہ　　آئین میں ہمارے تقیہ حرام ہے

قیدِ ہستی ہے بے ثبات اپنی　　پا بزنجیر آب کی سی ہے
اس کے برقعے کی کیا کہوں حالت　　چادرِ ماہتاب کی سی ہے

ضعفِ وحشت میں سگِ کوئے صنم یاد آیا　　ہم نے پھاڑا جو گریبان تو دامن اس نے

زیست وصلِ وصال دوری ہے — دیدہ نادیدہ حضوری ہے
انوری کا قصیدہ ہے قامت — خط جو ہے نورِ ظہوری ہے

جی نہیں اُٹھنے کو ہوتا صورتِ نقشِ قدم — خاک بھی سورت کی سمجھو کیا ہی دامنگیر ہے

مَل کے مسّی کو کچھ اُس پر سے اُتارا کیجے — کیونکہ لوگوں نے ہے دانتوں پہ چڑھائی مسّی

آئینے میں وہ دیکھ ذقن اپنی غش ہوئے — درپیش بیچ ہے چاہ کنندہ کو چاہ ہے
ہاتھ اپنے ان کے پاؤں کی جانب ہیں دوڑتے — گستاخیوں سے پہلے ہی عذرِ گناہ ہے

شب حیلے نے رخصتِ بے پردگی اسکو نہ دی — ورنہ کھل جاتا ترا پردہ مقرر چاندنی
زخمِ دل کو یہ مضر نورِ بصر کو وہ مفید — گردِ راہِ یار سے ہوگی نہ بہتر چاندنی

لچکتی بارِ نظر سے تری کمر لگتی — نظر نہ آئی تو اچھا ہوا نظر لگتی

لکھا ہے قصۂ سوزِ دروں میں ڈرتا ہوں — ہوائے بالِ کبوتر سے خط بھڑک نہ اُٹھے

آنکھوں میں شکل پھر گئی کس کی ہے مثلِ شمع — شعلے بھڑک اُٹھے مرے تارِ نگاہ سے

حرف الشین معجمہ

شایق تخلص صدر نشین دودمان سیادت و عالی نصاب خاندان فخامت

میر غیاث الدین نام از سادات گرامی و روسائے نامی سورت۔ دگر صفات حسنہ و اوصاف حمیدہ زبان زدِ خاص و عام و مشہور انام است۔ در فنون عربی بے عدیلِ زماں و در فارسی بے مثالِ آواں گلشنِ سخن را بانواع گلہائے رنگارنگِ معنی بر ہمزنِ ہنگامۂ گلستانِ کشمیر ساختہ و گلبن نظم را صفوفِ شجراتِ متانت رونق تازہ و زینت بے اندازہ بخشیدہ سنبلِ کلامش پُر پیچ و تابے است چوں زلفِ مہوشانِ گلعذار جنالیش سرو سہی است بباغستان فصاحت ہمیشہ بہار سہذا کلکِ دُر سلکش در واقعہ آں گلگوں کفن عرصۂ قیامت و شہسوار میدان شہادت جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا اشکبار است سہذا من کلامہ

ہے آسماں زمیں پہ زمیں آسمان پر ظاہر ہے آئینہ میں زمانے کا انقلاب

برسے لگتا ہے تو بھی کچھ نہیں کرتا ہے بات بن گیا اُس بت کا تصویرِ نہالی کا مزاج
کچھ نہیں جائے تعجب اس کی ہو گر طبع گرم ذاتِہ ہوتا ہے پُر حدت لآلی کا مزاج

شمع نے اور میں نے سوزِ عشق سے رات رو رو کر گذاری تا بصبح

زبس پاسِ ادب ہر چند تھا دل میں مجھے لیکن کیا ہے آپ کی ان شوخیوں نے ہقدر گستاخ
کچھوں کو تیرے مقناطیس کی بیشک ہے خاصیت مرا دستِ رسا ہرگز نہیں ہے سیمبر گستاخ

نام شائق وہ اگر بھول گیا غم کیا ہے خلطِ اصلی میں ہے نسیاں کو بشر سے پیوند

جل گئے عشق میں سے سر سے قدم تک تو بھی آفریں شمع کی نکلی نہ زباں سے فریاد

سُرخ تکمہ نہ گریباں میں سمجھ شیریں کے — بلکہ وہ اُس کے گلوگیر ہے خونِ فرہاد

دلِ شایق ہے شیشۂ شفاف — شوخ کے دل میں ہے غبارِ افسوں

جلترنِ ساغر کلہے اور قلقلِ مینا کا راگ — بن گئی ہے محفلِ عشرت دوکانِ مے فروش

دامن میں قطرے ہے مرے خونابِ اشک کے — لازم ہے تجکو لالِ بدخشاں کی احتیاط
رو رو کے پھوٹ جائیں گے مثلِ حبابِ بحر — شایق کر اپنے دیدۂ گریاں کی احتیاط

مثلِ بادِ تند پُر طغیان و پُر طوفاں ہو جب — آہ کو اپنی کرے کیونکر ترا بیمار ضبط

کب فرق ہے رشتہ میں تیٔ یہ شیخ و برہمن — کرتے ہیں عبث سبحہ و زنار میں تفریق

کس کی ہے تیغِ ادا کا استویٰ خطِ رُخ پر — ابر کے پھائے رکھے ہے اس پہ جو وہ آتلک

تند اس حد ہے ہوا آہ کہ مرنے کے بعد — پھول تربت پہ ہوئے میری چڑھانا مشکل
بے نظیری سے کیا بت نے خدائی دعویٰ — آئینہ اس کو ہوا اب ہے دکھانا مشکل

دل کی مرے ہزار جو آنکھیں ہوں کیا عجب — رکھتی ہزار میں ہے بلا شک ہزار چشم

مہ جبیں کی یاد آئی اوڑھنی — چادرِ مہتاب سے کچھ کم نہیں

اوڑھنی تارکشی سر پہ پری رو کے دیکھ　　تنکے چنتی ہے نگوں سر ہو بچاری چلون
عشق کا دیکھ نتیجہ کہ بنائی اس نے　　جسم کی میرے رگیں کھینچ کے ساری چلون

پہلو میں دمِ خلوت باناز و ادا تیرے　　نکلی جو دہاں سے تھی وہ بات ہے آنکھوں میں

غمگسار نہیں ترے ہوں یا کہ اغیاروں میں ہوں　　جو میں ہوں سو ہوں غرض ترے گرفتاروں میں ہوں

جلایا جب سے اسکی زلفِ مشکیں پرشکن نے دل　　تو جو ہر بوے عنبر ہوے اسکی زلفِ پیچاں میں

ابخرے دل کے ہیں یہ شمس و قمر　　ایک ناری ہے ایک آبی ہے

جامۂ آبی میں قلزم کے کہاں ہے وہ چینت　　موج خیز اس کے جو یا جامۂ اطلس میں ہے
دلبری میں اسکی آنکھوں کا ہو کیونکر فیصلہ　　ایک ساغر مست ہیں دو کشمکش آپس میں ہے

اس کے اور میرے جو ہیں بدنظری کے اطوار　　دیکھ کر چشم کو نرگس کی حیا آتی ہے

روزن کرے دیتی ہے مرے شیشۂ دل کو　　چتون ہے تری یا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے

بہت دشوار ہے گوہر کو پانی　　ہمارے اشک کی جو آبرو ہے
میں قرباں ہوں تصور کے کہ ہر دم　　دکھاتا شکل تیری ہو بہو ہے

خواب کب ہے خیال نے اسکے — ایک فتنہ بڑا جگایا ہے
ہے گلابی جو ہچکیاں لیتی — کوئی مے خوار یاد آیا ہے

جلانا مارنا ہے عاشقوں کو اسکے قبضہ میں — صفاتوں میں نشہ کل بت ہے پر کرتا خدائی ہے

یہاں تک تو نزاکت ہے کہ ڈالے جو گلے میں — زنار ہوی خون کی زنار کے نیچے

نہ ہلا تو ہی نہ خنجر قاتل شایق — پیشتر عادت بسمل کبھی ایسی تو نہ تھی

شہسوار تخلص مرزا غلام علی نام از مغل زادگان بوده مسکن در سورت داشت در عین بہار زندگی صرصر اجل گل وجودش را پژمرده ساخت عزیزی این شعر بنامش خوانده و دریں اوراق ثبت آمده

آج تبخالہ لب نازک پہ اسکے ہے عیاں — کیا شہسوار تم نے ملائے ہونٹ اسکے لب سے لب

شرفو اسم باسمی شخصے بود در سورت پیشہ چابک سواری داشت ہمعصر عبداللہ شاہ تجرد و میران اللہ نا در بوده از و راست

منہ پر پردے نے دکھایا ہے خدا خیر کرے — دل کو نظروں میں اڑایا ہے خدا خیر کرے

شعلہ تخلص نامش حسن یار مشہور بہ بڑے آقا از اہل سورت مذہب اثنا عشریہ می دارد در ابتدائے مشق با مجی غلام محمد شمو صاحب بازار مشورۂ سخن گرم میداشت دیوانے مختصر فراہم آورده مرد وارستہ مزاج و خوش اختلاط دریں ایام ارشد اولاد فارس خانست من کلامہ

تیرے کاکل کے تصور میں مجھے اے شعرو — شمع کی لو پہ دھوئیں کے بل بھی دکھلاتے ہیں سانپ

دیکھکر زلف تری بہتی نہیں حیرت سے ورنہ جوہر سے ہے آئینہ حیران میں موج

کہاں میں اور کہاں وہ دامنِ یار چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

نالے جاہیں ہیں خاک سے برباد اسمد وسیل اشک بھڑکے آگ
ہو دیں پامال سیکڑوں بےدل وہ جو لے ناز کے سمند کی باگ

کیا دکھاتی ہے ہمیں یہ چشمِ تر دیکھینگے ہم مثلِ آئینہ بھرا پانی سے گھر دیکھینگے ہم

اُلفت کی جو تیغ کھائیں گے ہم داغوں کو سپر بنائیں گے ہم
ایسا ہی بتو ستاؤ گے تو اللہ حرم کو جائیں گے ہم

زہر کا کام کیا تیرے لبِ شیریں نے ہم ترے لعلِ رواں بخش سے بیجان ہوئے

شعلہ کے دے ہے ہاتھ میں سررشتۂ اجل زر کا مباف کاکلِ پیچاں کبھی کبھی

شعلہ کدھر سے آئے بھکتے ہوئے یہاں تم کرتی ہے چشم پر خوں کیوں یوں شررفشانی
آویزہ گہر سے روشن ہے اس کے رُخ پر ٹپکے ہی پڑتی ہے وہاں خوبی و نوجوانی

شوق تخلصِ نقشِ رنگینِ سخندانی و فیضِ خاتمِ خوش بیانی مظہرِ فیوضِ الٰہی میر عباس علی پورِ حضرت قاضی سید زین العابدین قدس سرہٗ سلسلۂ نسبت بحضرت محبوبِ یزدانی پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت سید احمد جعفر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ منتہی میگردد در ہنگامہ کہ والد

بزرگوارش منزل گزینِ خلد بریں شدند معززالیہ بسن تمیز رسیدہ بود نواب گورنر جنرل بمبئی نظرِ علوے خاندان آباء کرامش نمودہ مبلغ پنجاہ روپیہ بنامش مقرر کرد۔ بالجملہ مومی الیہ تقویٰ و صلاح و ورع و فلاح را شعارِ ذاتِ نیک کردار خود ساختہ اتباعِ شریعتِ نبوی غایت و تقلیدِ ملتِ حنیفِ حنفی نہایت۔ در فارسی دستگاہِ ارجمند و در حلِ نکات قوتِ دلپسند چوں شوق دریں فن شوقِ تمام و رغبتِ تمام میدارد افکارِ صحیحہ فصیحہ سرمیزند شاہدانِ سلاست ابیاتش بکرشمہ و ناز شکیب ربائے زرت اندیشانِ بلاغت گوش و گلعذارانِ نکاتش بغمزۂ جادو فریب اضطراب افگنِ اربابِ عقل و ہوش خلاصۂ فکر ایشان است

خواب مے نوشی مجھے آتے ہیں اس میں شیخ
اس جگہ شاید کسی ہنگام میں مے خانہ تھا

لے گیا قاصد کو میرے یوں اُڑا مکتوبِ شوق
بات کرنے میں ہاں تھا وہ یہاں گویا نہ تھا

شمعِ حسنِ یار پر قربان ہونے کے لئے
کونسا پروانہ تھا محفل میں جو پروانہ تھا

کاہے کو ہو دے غم ہمیں اپنی وفات کا
پانی ہے اس کی تیغ میں آبِ حیات کا

صاحب ہیں یہ بھی تو زرِ خوبی کے واعظا
کر حکم ان حسینوں پہ کچھ تو زکات کا

میں مژدۂ وصال سے اک دم میں جی اُٹھا
دم دے گئے آج رشکِ مسیحا و دبن گیا

مت آپ یہ کہو کہ نہیں آہ میں اثر
سو بار ہم نے چرخ ہے یوں تو ہلا دیا

تصورِ رُخِ رنگینِ یار میں مجکو
تماشا رہتا ہے آٹھوں پہر گلستاں کا

عجب نہیں دہنِ یار گر نہ آئے نظر
دکھائی دیتا ہے چشمہ بھی آبِ حیواں کا

دے دیا ہم نے دل جب لے شوق ایک دن آہ اس نے دل نہ دیا

کان کی بالی کا پتا تابشِ رُخ سے ترے ہو گیا گویا کہ پتا نخل دشتِ طور کا

دیا دل شوق نے اس بت کو کہکر توکلتُ علی اللہ تعالیٰ

ہے بسکہ شوقِ بوسہ تو بھرتا ہوں چومتا کوچے میں جس کے پاؤں ہوں میں نقشِ پائے دوست
ہم شوق سے اُٹھاتے ہیں بیداد اُسکی شوق تابِ عدو ہے کیا کہ اُٹھائے جفائے دوست

موجوں کی طرح سے ہے جو دل بیقرار آج وہ بحرِ حسن کس سے ہوا ہم کنار آج
آنے کا وعدہ ہے کسی گلرو کا اپنے گھر جا اور جا برس کہیں ابرِ بہار آج

مضمونِ مارِ زلف کیا آن میں شکار طاؤس جب خیال کا اپنے ہوا بلند

ہمنشیں ڈرتے ہیں بسکہ مجکو لاغر دیکھ کر بیٹھتے ہیں پاس میرے گر تو بستر دیکھ کر
اب کے ہے لگایا ہم نے خط شوق پر؟ تاکہ داغ اسے یاد آئے دیکھ کر

قاصد جواب خط مرا لایا نہیں ہنوز اس نوجواں کو خط مگر آیا نہیں ہنوز

وحشت میں یہ پہناتے ہوئے چارہ گر وہم اُس زلف کے ہیں ہم نہ کہ زنجیر کے مشتاق
تکلیف ذرا اے بت سفاک ادھر بھی صدقے ترے ہم رہ گئے شمشیر کے مشتاق

زندہ اک خلق ہو چلی ہے دفن   ہم نے وحشت میں یہ اُڑائی خاک
مرگیا میں جو قبرِ دشمن کی   بہرِ تسکیں اُسے کھلائی خاک

جنت کو چلیں اُٹھاکے حوریں   اُس کو میں جو جاکے مر گئے ہم

ہر روز دوربینِ تصور سے شوق ہم   دیکھا کسی کو کرتے ہیں ہر چند دور ہیں

جگر کے ٹکڑے کرو دل کو چور چور کرو   جو تم سے ہو سکے مت اے بتو قصور کرو

اس کے چہرے سے مہ کو کیا نسبت   بات ہے یہ بھی کوئی دور کرو
مہِ کنعاں کا حال ہے روشن   حسن پر مت بتو غرور کرو

یہی ہے سوچ جس کو تا نہ حرف آئے نزاکت میں   مقرر تم کو شوق آب سے لکھے گا نازنیں نامہ

کمر بند آپ کا ہے دامِ عنقا   میاں ثابت ہوا تیرے کمر ہے
پڑی ہے چاندنی ہر سو جو غش ہو   وہ مہتابی پہ شاید جلوہ گر ہے

شوق پھر اندیشہ کیا ہے تیرگیِ قبر سے   جی تصور میں ہے نکلا ایک شمع نور کے

سوجھے کیا خاک اس کے درباں کو   سُرمۂ سحر ناتوانی ہے
ہوویں عاشق کسی پہ کیا ہم شوق   خضر سی کس کی زندگانی ہے

گھر سے باہر نہ پمیر دنکل آیا کیجے ‌ ‌ ‌ ‌ سر یہ دیوانوں کے جن کو نہ چڑھایا کیجے

ہوا ہے ہاتھ مرا خالی سطرح اب شوق ‌ ‌ ‌ ‌ کہ دیکھنے کو نہیں زرمہ محرم کے

خوبیٔ طالع ہے یہ بھی کہ ہوں مجرم میں بھی ‌ ‌ ‌ ‌ ورنہ خوبی پہ تری یوں تو ہیں مائل کتنے

سفاک اپنا ہو نہ یہی شوق دیکھ تو ‌ ‌ ‌ ‌ آتا ہے کھینچ کے جو یہ تلوار کون ہے

شیدا تخلص خواجہ سعید نام ابن الخال نواب حسام الدین حسین خاں بہادر جغتائی نژاد بودہ اصلش از دہلی بود وے در بڑودہ از نہانخانۂ بطون قدم بعالم وجود نہادہ مرد نیک سیرت وخوش طبیعت بودہ ذہن سلیم وفکر مستقیم داشت در سرزمین سنگ لاخ دو دو سہ طرح غزل میکرد برجودت ذہنش این نقل زبان زد برنا و پیراست آوردہ اند وقتیکہ نواب مصطفی خاں شیفتہ مولف تذکرہ گلشن بیخار بعزم زیارت خانۂ مبارک وارد بڑودہ بودند مشار الیہ خبر نواب شنیدہ بحضورش رفت وطرحے خواست کہ براو طرح سخن کند نواب موصوف منزل زدہ وتعب کشیدہ راہ بود عذر عدم گفتن سخن بر ریختہ زبان آورد چوں التماس او از حد گذشت ناچار این بیت فرمود

احباب تنگ کرتے ہیں فکر سخن کو اور ‌ ‌ ‌ ‌ تنگ آرہے ہیں جان سے اپنی سفر میں ہم

شیدا کہ شیدائے این معنی بود بمجرد اصغاء این بیت غزلے گفت ومصرع اولی بیت نواب را التغیر دادہ ومقطع غزل کردہ بنظر ایشاں در آورد

شیدا طرح مانگے تو کہتے ہیں شیفتہ ‌ ‌ ‌ ‌ تنگ آرہے ہیں جان سے اپنے سفر میں ہم

شیفتہ بعد مطالعۂ غزل متبسم شدہ تحسین ومرحبا بر ذکاوت طبع شیدا خواندو در تحسین

مابین بعد الف راہی سفرِ حجاز بود بعد شرفِ عتبہ بوسی روضۂ مقدسہ فیما بین حرمین شریفین
زادہما اللہ شرفاً در عینِ عالمِ جوانی وصلِ لقائے رحمانی شد اللّٰہم اغفر وارحم صاحب دیوان است
آنچہ گفتارش بہم رسید ثبت گردید۔

ہر آن تیغ سے شیدا کو کیا ڈراتے ہو   بس آزما لیا جب جی میں آزمانا ہوا

بزم میں رونے لگا جو ابھی ہنستے ہنستے   تیرے شیدا کو خدا جانے کہ کیا یاد آیا

گھر میں آنا مرے آنا ملک الموت سمجھ کر   آیا ہے یہاں قاتل خونخوار کوئی شخص
میں نے کہا کوچہ میں ترے آؤں تو بولا   جاتا نہیں جنت میں گنہگار کوئی شخص
ہنستا کسی گل رو سے نہیں میں کہ مبادا   ہو جائے گلے کا نہ مرے ہار کوئی شخص

نہ ذوقِ سجدہ سے ہے برہمن نہ اہلِ دیں واقف   مگر ہے آستانہ ترا یا میری جبیں واقف

مجکو دعویٰ عشق میں تجکو غرورِ حسن ہے   میں کروں بلبل کو شرمندہ تو کر گل کو خجل

رشکِ عدو سے رنج اُٹھاتے ہیں گھر میں ہم   آرام کے لئے ہیں خیالِ سفر میں ہم

بیمارِ محبت کو ترے رشکِ مسیحا   تعویذ کی جا ہے تری تصویر گلے میں

قصدِ توبہ شکنی خلد میں حوروں کو ہوا   تا دمِ مرگ جو شیدا نے نبھائی توبہ

کیا بڑی عمر ہے یاد اس کو ابھی کرتے تھے ۔۔۔ وہ سواریٔ بت ہوش ربا آتی ہے
کس مزے سے مجھے کہتے ہیں وہ دیکر بوسہ ۔۔۔ کس کو بیمارِ محبت کی دوا آتی ہے

شمس تخلص حکیم شمس الدین خلف حکیم عبد اللطیف از متوطنانِ سورت۔ بسیار خوش اخلاق و خوش صورت بود افسوس کہ چراغِ زندگانی آن گلِ گلشنِ لیاقت را صرصرِ اجل در عینِ شباب کشت و فاتش را قریب بست سال می باشد من تجلیات افکارہ

تو صبحدم نہ نہا بے حجاب دریا میں ۔۔۔ پڑے گا ٹوٹ ابھی آفتاب دریا میں

حرف الصّاد مہملہ

صاحب تخلص نواب فیع الدولہ بیگ نام خان بہادر معروف بنواب حامد بیگ خلف نواب مرزا محمد بیگ والیٔ این بلدۂ مینو سواد انوارِ مکارمِ اخلاقش زیادہ تر از آفتاب پرتو اندازِ ساحتِ جہان است تا چہاردہ سال باستقلال تمام رایاتِ عدل و داد برافراشتہ تاریخ چہارم جمادی الاول سنہ احدے وثمانین و مایہ بعد الف طایرِ روحش از قفسِ عنصری بسرادقِ خلد برین پرواز نمودہ شخصے تاریخ وفات غمِ عالم یافت چون طبعِ وقاد داشت ہموارہ با ارباب فضلا و شعرا رغبت کلی میداشت بدین تقریب از اکناف و جوانب علما و فضلا ہر فن رو بیار گاہش نہادند و ہر یک فراخورِ رتبۂ خویش بصلہ و جایزہ ہائے فاخرہ سرفرازی و عزت مالا کلام یافتے و اکثر وقت بعد انفراغ از جہاتِ مالی و ملکی مشغولِ شعر گوئی می شدند و شعرا را بیش از بیش نوازش می فرمود از کلمات الیشان است

آہ معلوم نہیں ساتھ کے اپنے شب و روز ۔۔۔ لوگ جاتے ہیں چلے سو یہ کہاں جاتے ہیں

صوفی تخلص درویشی مجہول الحالست کہ در احمد آباد می ماند و راست

اُس زرد پوش کی جو ہنسی کی صفت لکھوں ۔۔۔ صوفی مرا قلم شجرِ زعفران بنے

حرف الضاد معجمہ

ضاحک تخلص مرزا احید الدین بیگ خلف نواب امتیاز الدولہ معز جنگ بہادر
والی این بلدہ بعد تنزل ریاست پدر بزرگوار خود در بمبئی رفتہ اقامت میداشت و
بوقع و وقار تمام میزیست و از سرکار انگریزی برائش ماہوار مقرر بودہ قریب بست
سال است کہ راہی سفر آخرت شدہ مسموع یافتہ کہ صاحب دیوان است من کلامہ

دل پژمردہ کی تو داد دلا جا آجا | شربت وصل مجھے یار پلا جا آجا
یہی امید ہے ضاحک کہ بہانہ مت کر | میرے زخموں کو تیرے دل نے ملا جا آجا

نرگسی چشم کا بیمار ہوں کن کا ان کا | تشنۂ شربت دیدار ہوں کن کا ان کا

حرف الطاء مہملہ

طالب تخلص مرزا محمود بیگ المخاطب بعزت اللہ خاں از امرائے نامدار
سرکار نواب حامد بیگ بودند از وست

طالبا بازار دنیا کے تماشے پر نہ بھول | کارواں کتنے گئے ہیں اس جہاں سے کوچ کر

طالب تخلص شیخ علی اللہ ساکن قصبہ امر تہہ کہ یکے از قصبات حوالی احمد آباد
است الحال بطور ملازمت مہاراجہ گائکوار اقامت برودہ می دارد او راست

اڑ جائیگا یقیں ہے غبار کے طور پر | پہنچی جو آہ میری اگر آسماں تلک
میں بھی تو جانتا ہوں کہ اٹھاوے یہ بار غم | گاو زمیں کی بھی نکل آوے زباں تلک

حرف الظاء معجمہ

ظفر تخلص ماہرِ رموزِ شاعری سید مظفر حسین بخاری داماد سجادہ حضرت برہان الدین قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ تولد و نشو و نما با احمد آباد دارد در حلِ نکات فارسی و دریافتِ استعارات دخلِ معقول و در نثر نویسی و تاریخ دانی سلیقۂ مقبول چون نفسِ ناطقہ اش لذت یافتۂ این فن است نظمِ دلکش و اشعارِ بے غش می نویسد سید سیت بصنوفِ خلق و علم معروف و از احبائے راقم و تربیت یافتہ سید باقر علی باقر من خیالاتہ

جنبشِ بازوے نازک نے کیا کام تمام — ہات کرنے بھی نہ پایا وہ ستمگر اپنا

ظفر تیری غزل کل کس نے میخانے میں گائی تی — لب مینا سے جو ہر دم خطابِ لفظِ قلقل تھا

گھر بنا خورشید رو کا سمتِ مغرب شہر میں — توبہ مے سے کیجئے پیش از طلوعِ آفتاب

چشمِ پر طوفاں کی گنجائش نہ ہوگی شہر میں — میرے رونے کو ستمگر اک بیاباں چاہیئے

حرف العین مہملہ

عابد تخلص نامش غلام زین العابدین عرف میاں جان پسر منشی حسین الدین مولدش قصبۂ رآندیر است خدمت تحصیلداری قصبۂ مذکور از جانب سرکار انگریز بوالدش مفوض بود از چندے در سلکِ ملازمانِ نواب صاحب کھنبایت منسلک۔ در فارسی فی الجملہ استعداد دارد فکرش درست معلوم می شود فیض یابِ اصلاحِ میاں سمجھو صاحب است اور است

خندۂ دنداں نما سے کیوں وہ گلرو کرے عاشقِ مفلس کی خاطر درفشانی ان دنوں
اس پری کو دیکھ غصہ ہوش عاںبد اڑ گیا دشمنِ جانی ہوا ہے یارِ جانی ان دنوں

عباس تخلص سید عباس علی از ساداتِ ایں بلدہ بود و در سلکِ منشیانِ نواب امتیاز الدولہ معز زخاں بہادر سرفراز یک دو رقعہ نوشتۂ او بنظر رسید معلوم شد کہ فارسی را خوب می دانست حالاتِ جنگِ نواب موصوف با سرکار کمپنی و قابض شدنِ انگریزاں بلدہ بھروچ را تمام و کمال در نظمِ ہندی آوردہ از و یادگار است زیادہ ازسی سال است کہ ہم آغوش لحد است منہ

جس جگہ حسن کا بازار ترے ہووے گرم یوسفِ مصر کا وہاں کوئی خریدار نہ ہو

علی تخلص شیخ علی ملقب بہری متوطن بمبئی است واز مشاہیر شعرائے انجاست۔ مسموع شدہ کہ یک قصۂ عشقیہ بنام نواب مدراج موزوں کردہ۔ بہری موصوف از بیمہریِ گردونِ دوں انچہ صلہ و انعام کہ یافتہ بود در راہ قطاع الطریقاں بدو دوچار شدآں ہمہ بدیشاں توضع نمود۔ در فارسی ہم سرے زند من افکاراتہ

مرا جلتا ہے جی اس بلبلِ بیکس کی غربت پہ کہ گل کے آسرے پر یوں لٹایا خانماں اپنا

عزلت تخلص اسمش سید عبد الولی خلف سید سعد اللہ از قدیم نازک خیالان سورت است۔ مزار بزرگانش بنزد شہر مزبور در مغلی سرا کہ یکے از محلات سورت است واقع است۔ بر توطن سورت او ایں نقل شاہد است از انجا کہ غلغلہ جہاں گردی سید موصوف باوجود تخلص کردن عزلت بسان شہرۂ عنقا در عالم رفتہ در شہرے ہنگام ساختن محفل مشاعرہ باکسے درویشے سلوک ظاہری کم مرعی داشتہ باشد ازیں جہت آں مرد آزاد ظرافتاً : دستِ عزلت گرفتہ ایں شعر فوراً خواند

عبد الولی بسورتِ بندر رسیدہ است شکر خدا بدستِ قلندر رسیدہ است

عزلت از جوہر فقیر مطلع شدہ مرہم معذرت برریشِ درویش نہاد۔ اگر لفظ سورت بسین مہملہ

بند رو را مرادِ بوزنہ تصور کنند انگاہ یک لطف بطریق ایہام حاصل شود والا نہ غیر زیرا کہ قلندراں اکثر قردو را پرورش می کنند غرضکہ عزلت دو دیوان دارد دیوان ہندیش دریں بلاد کمیاب لہذا فقط برچند اشعار کہ در تذکرہ ہائے سابق نوشتہ اند تقلید کردہ شد چوں شاعر قدیم اینجاست لہذا بالکل ذکر او را ترک کردن مناسب بنظر نہ آمد خلاصہ فکر اوست

مرگِ دل کا ہی فاتحہ نہ پڑھا | عزلت اخلاص کیا رہا ہو گا
داغ اشکوں میں بوئے خوں ہے آج | گل کے لالہ کہیں ہنسا ہو گا

ہم سے گر سر نہ جھکا اہلِ تکبّر کا تو کیا | فخر آدم کے ہے ابلیس کا مسجود نہیں،

فقیروں سے نہ ہو بے رنگ لا فصلِ ہولی میں | ترا جامہ گلابی ہے تو میرا خرقہ بھگوا ہے

شکستہ کر کے مرا دل نظر نہ کر اس پر | یہ ٹوٹا آئینہ ہے منہ تری بلا دیکھے

عرفی تخلص غلام وجیہ الدین نام از فرزندانِ حضرت شاہ وجیہ الدین قدس سرہٗ من وجہ در سخندانی بہرہ طبع ہموار دارد از تازہ مشقانِ کھنبایت است ادمی گوید

کس نے کی جنبشِ ابرو کہ گرا طاق سے یہ | پھر ہوا شیشۂ دل چور دو بارا اپنا
لیں جدھر بوسہ اُدھر دل کے ہوں ٹکڑے عرفی | خنجر ابروئے قاتل ہے دو دھارا اپنا

غبارِ نقشِ پائے گلرخاں ہوں | ہوا خواہ ہو کھو بادِ صبا کو
طبیعت ہو رسا عرفی جب اپنی | دکھا دے یار گر زلفِ رسا کو

اب کس کو کہیں سوا خدا کے | بت سنتے ہیں عرض کب کسی کی

تھی وصل کی شب بھی ہات پائی — پائی نہ مراد ہم نے جی کی
خاموش بقول گویا عرفی — اچھی نہیں شرح عاشقی کی

علوی تخلص الموسوم بغلام جیلانی از اولادِ شاہ وجیہ الدین مولدش در احمدآباد وبسنِ رشد در کھنبایت رسیدہ دریافتِ مذاقِ مضامینِ شعر باندازہ خوب طرزِ سخن گوئی خوش اسلوب مردِ نیک سیرت و عالی فطرت است اصلاحِ سخن از میاں سجو صاحب جاریست از کلام اوست

خاک ڈالی دیدۂ درباں میں پنے ضعف نے — ہم گئے محفل میں اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا

تو فلک مجھ سے اگر بر سرِ احساں ہوتا — میں سیہ بخت تو تھا کاکلِ خوباں ہوتا

اتنی مدت سے میں عریاں ہوں کہ اے جوشِ جنوں — چاک کرنا بھی گریبان کا میں بھول گیا

گرہ باز ایک کبوتر بھیجا اس کو بدلے قاصد کے — کہ تا عقدہ کھلے اس پر مری بے تابیٔ دل کا

یہ عالم اس بھبوکے کا ہے جس محفل میں وہ گل تھا — وہاں گل ہو گئی تھی شمع اور پروانہ بلبل تھا

فندقِ پائے نگاریں ترے دھو کر پینا — ہے تپِ دل کو مرے شربتِ عناب سے خوب

اہلِ سخن یہاں کے بھی سحر البیان ہیں — موتی نہیں اُگلتے ہیں کچھ شاعرانِ ہند

سر رشتۂ سحر تصور ہے مرا اے علوی — اس کو اب مجھ سے ہوا خود کو چھپانا مشکل

مرا تو ناصحو اس سے بھی نہ نکلتا ہے　　شراب کا ہے کو ہے آفتاب شیشے میں

اہلِ جنت کو ہوا عرصۂ محشر دوزخ　　تپشِ دل جو وہاں لائی پریشاں مجکو

عشقِ کاکل نہ چھوڑنا علوی　　سانپ رکھا بھی کام آتا ہے

جس جائے دیکھوں صورت جاناں نمو کرے　　آئینہ وار بن گئے دیوار و در سب مجھے

کام آیا کچھ نہ عشقِ بتاں کنجِ قبر میں　　ہاں ایک وہاں چراغ تھا داغِ جنوں مجھے

یہاں گر طبع برہم ہے تو وہاں زلفِ پریشاں ہے　　لبوں پر گر یہاں ہے آہ وہاں بھی دودِ قلیاں ہے

ہے نثارِ گردِ راہِ یار نورِ آفتاب،　　آستاں پر ہے بجائے سنگ مرمر چاندنی
شب وہ کہتا تھا اُجالے میں ترے گھر کیونکر آئیں　　مجکو علوی ہو گئی سدِ سکندر چاندنی

حرف الغین معجمہ

غالب تخلص سید حاجی میاں از سادات بردہ مرد خوش مزاج و حمیدہ اطوار و از آباء و اجدادِ خود داخلِ زمرۂ ملازمانِ مہاراجہ گائیکواڑ است اکثر طبعش مائلِ مناقبِ جنابِ مرتضوی است لاز فکر کردۂ اوست

زلف میں اور پریشان ہوا دل اپنا　　کب سنبھلتے ہیں سنبھالے سے جو دیوانے ہیں

ماٹگتا ہے طفلِ دل ہٹ کرکے اسکی سی شبیہ　　چاند تک دکھلاکے سمجھاؤں یہ کیا صورت کروں

غمگین تخلص منشی فرید بخش اصلش از ہند قریب سی سال است کہ در ندمائے خاص نواب ابراہیم خاں والی سچین شمردہ می شود شگفتہ طبع و خوش وضع است و راست

ناصحا آگ لگو اس ترے سمجھانے کو　　شمع رویوں کی ملاقات سے کرتا ہے تو منع

پڑا تڑپوں ہوں رخِ خال کے ہیں دانے کو　　دامِ ہجراں میں گرفتار ہوں جوں مرغِ اسیر

غنی تخلص اسمش خواجہ ابراہیم از باشندگانِ سورت مرد خوش صحبت و خوش سیرت و شیمۂ خلق و تواضع در طینت میدارد گاہے محرکِ فارسی ہم میباشد در اوائل مفلس تخلص میکرد روزے نواب ابراہیم یاقوت خاں والی سچین کہ از جوہریانِ این فن است نظر بر گوہرِ بے بہائے عیش فرمودہ تخلص مفلس بیجا انگاشت و گفت کہ ایں روئے غنی تخلص نماید غنی کہ از فکرِ مجوز غنی بود بدیہتہً ایں شعر بر زباں راند **فرمودہ**۔

یاقوت خاں نے مجکو اب تو "غنی" کیا ہے　　کب تک کھے گا مفلس اے چرخِ بدگہر تو

عرصۂ چند سال ست کہ در سرکار نواب حسام الدین خاں بہ پیشۂ طبابت متعلق قوتِ حافظہ کمال است اشعارِ اساتذہ یادِ ذہنش بسیار از وست

جو کھٹکتے ہیں مرے پیرِ مغاں کچھ شب سے لب　　آج اُس جھوٹے کی جھوٹی مے ملے گی کیا مجھے

آئینہ دیکھے ہے جب اس مری حیرانی کو　　مثلِ تصویر تحیر میں بس آجاوے ہے

جوان دنوں غنی کا چہرہ ہے زعفرانی　　رہتی ہے چت چڑھی اب کسکی سنہری رنگت

حرف الفا

فاضل تخلص اشہر الاماثل شیخ فاضل مشہور بہ دوسو میاں کہ کہین برادر بخشو میاں بخش

رد خوش مزاج و خوش گو مستجمع اوصافِ نیکو در فارسی قدرتِ نیک اما در گجراتی ید طولیٰ
ارد از جانب سرکار انگریزی بر خدمتِ منصفی مستقل واز داعی راہ اتحاد باحسن الوجہ
بار سیت واز تلامذۂ میاں سجو صاحب است من نتائج طبعہ

رطِ شوقِ وصل سے دوڑے ہے اُٹھ اُٹھ نزع میں — مرتے دم پاؤں نکالے کیا ترے بیمار نے

فایق تخلص این ضعیف و نحیف اگرچہ فقیر دریں فن رغبتے و میل خاطر نمیداشت
گاہ گاہے بعدِ انفراغ از طالبعلمی بتحریکِ محبانِ صادق و احبائے موافق فکرِ سخن میکرد
می‌خواست کہ خود را بزمرۂ نکتہ پرورانِ نامی و دقیقہ سنجانِ گرامی در آرد امانظر بانیکہ دقیقہ
شناسانِ روشن قیاس و زرد فن قیاسانِ دقیقہ شناش بمقتضائے نفسِ سلیم خطا پوش و
طبعِ حلیم عذر نیوش بے بضاعتاں را معاتبِ خطائی کنند و در اخفائے معائب می کوشند
افکار موہومہ خود را معروض می دارد

اندیشۂ صبح میں شبِ وصل — بس صبح ہوا وصال اپنا

کہتے کہتے حالِ دل قاصد کو پہنچے یار تک — شوق نے کیا منزلِ مقصود کو پہنچا دیا
خواب میں نظارہ ہونے کے سبب کچھ تھی امید — بختِ خفتہ نے ولے تعبیر کو پلٹا دیا

ہوا یہ غم کھلی جب خلد میں آنکھ — یہاں کوچے سے تیرے کون لایا

اپنی قسمت کے لکھے کو روئیے — کیا گلہ ہے گنبدِ دوار کا

زلف کے کھلتے ہی تاریکی ہوئی سب میں نمود — روزِ محشر پہ گرا سایہ شبِ دیجور کا

کاٹے ہے اب انگشت کو حسرت سے دہاں میں　　کشتہ جو اُسے فایق بے دل نظر آیا

نہیں قالین کی حاجت رہی کچھ　　بچھانے کو ہے کافی مرگ چھالا

گر ہمکنار ہوں گے نہ اس بحر حسن سے　　دُنیا سے پھر کریں گے کنارا بسانِ موج

کس طرح دل کا اب حصار کریں　　عشق پہنچا ہے فوجِ غم لے کر
مے پیئے گا نہ یار بن فایق　　گر کوئی آئے جامِ جم لے کر

مثل گوہر اس کے دندانِ درخشاں دیکھکر　　ہو گئے اختر سما کے سارے حیراں دیکھکر

شہید کر کے نہ آیا مزار پر قاتل　　تو بیقرار ہوں بسمل سا زیرِ خاک ہنوز

نہ نامہ نہ پیغام سے ہے تسلّی　　رہیگا یہ پھر جانِ غمگین کب تک

شمع رو کے عشق میں فایق ہوئے ہیں سوختہ　　پر بہت ہیں اب بھی پروانے کے شرمانے کو ہم

دن بدن طفلِ اشک ہیں ابتر　　دیکھیں اطوار کیا نکلتے ہیں

شمع کی قبر پر نہیں حاجت　　اپنے سب داغ دل کے ہیں روشن

جان دی تب ہوا وصالِ صنم — نفع کو دیکھ اور ضرر کو دیکھ
شمع پر وانہ دیکھتا ہے کیا — تو مری سوزشِ جگر کو دیکھ
کیا وہ جیتا ہے ہجر میں ظالم — پوچھتا ہے یہ نامہ بر کو دیکھ

اُن کا پیکاں ہے آبدار بہت — پر مرے خون کا پیاسا ہے

یاس و اُمید کے جھگڑے میں پھنسے ہیں فایق — کب خدا جانے ہمیں اُن سے رہائی ہو گی

اس بلندی پہ کیوں فلک ہے غرور — جتنی رفعت ہے وہ ہی پستی ہے

بے نیازی ہے اسکی قابلِ ناز — جرم بخشے ہے ہر بہانے سے
اُس دہن نے کیا لبِ معشوق — جی ہتنگ آ گیا زمانے سے
حیف ہے چھوڑ دے گی اس کی — فایق اغیار کے ڈرانے سے

یار کے ہم ہیں تشنۂ دیدار — آب کوثر سے کیا ہو سیرابی

دم آ گیا حدّادوں کا لبِ ناک میں ہمدم — دیوانگی کرنے لگے زنجیر کے ٹکڑے
فایق جو کئی دن سے مقید بقضا ہیں — اس واسطے کرتے ہیں مزا ہیر کے ٹکڑے

فدا تخلص سید حسین نام از ساکنان قصبۂ بردوده سید سپاه پیشه است مشورۂ سخن باخواجه سعید شیدا میکرد از دست

زکوٰۃِ حسن دو بوسہ فدا کو — کسی سائل کو جھڑکایا نہ کیجے

فرحت تخلص ابن نواب براہیم یاقوت خاں والی سچین برادر کوچک سید میاں اخلاص از نامش مطلع نیم این چند اشعار ایشاں بنام ایشاں مشہور بود نوشتہ شد۔

یہ حضرتِ دل جس کی نگاہوں پہ مرے ہیں ۔۔۔ مدِ نظر اس شوخ کے جدھر سے دہرے ہیں
جس دن سے جدے دل نے کئے یار سے فرحت ۔۔۔ کچھ تجھ ہی سے تنہا نہیں عالم سے بُرے ہیں

فرحت تخلص نامش بسانِ فرحت فی زمانا ناپید اازقدیم سخن سرایانِ سورت است ازوست

وہ رشکِ ماہِ تاباں ہے بیحجاب مجھ سے ۔۔۔ تو آج میرے گھر میں اے آفتاب مت آ

فضل تخلص شیخ فضل نام از اولادِ میاں مخدوم کہیں برادرِ غلام شاہ جولاں از شعرائے تازہ مشق احمد آباد طبع تیز میدار د و رفارسی نوعے کامیاب اصلاح سخن از میر قمر علی باقر است ازوست

سوئے ہم ابرو مژگاں کے تصور میں کبھی ۔۔۔ خواب بھی آیا تو ہر دم تیر اور تلوار کا

چین کا نقاش بھی جیس مان جاوے یہیں فضل ۔۔۔ کھینچے گر نقشہ ستمگر کی جبیں کی چین کا

فقیہ تخلص بابو نام از اہل بمبئی واز مشاہیر شعرائے انجاست چند سال است کہ رحلت نمودہ۔ ازوست

ہم نے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا ۔۔۔ لیک قسمت کے نوشتے کو نہ ٹلتے دیکھا،
میں ہی ان زہرہ جبینوں کا ہوا کیا مقتول ۔۔۔ یہاں فرشتے کا بھی لب پاؤں پھسلتے دیکھا،

فراقِ یار میں رونے سے بینائی ہوئی زائل ۔۔۔ بلا سے یہ بھی بہتر ہے کہ صبح و شام سے گذرے

فہیم تخلص ملک سردار جوانیست از تازہ مشقان سورت ذکاوت در طبعش معلوم میشود و چند اشعار خود را بنظر فیض منظر میاں سمجو گذرانیدہ ازاں اشعار پسندیدہ شد

وہوا ہذا۔

یہ اُسی کی شمیم کا گل ہے — اے صبا کیوں ہمیں اُڑاتی ہے
وہ تو برہم نہیں ہے ہم پہ یہ زلف — کس لیئے پیچ و تاب کھاتی ہے

حرف القاف

قطب تخلص ملا قطب الدین از متمولان و معززانِ سورت بودہ بزرگانش از پیشگاہِ خلافت مخاطب بملک التجار بودند۔ در سلیقہ و صحبت از ہمعصران فایق صورت با سیرت مطابق داشت حیف کہ گلچین اجل در ریعان جوانی گلِ وجودش را برچید و نخل بندِ قضا قامت موزونش را کہ سرو سے خرامان نو گلشن جنت رسانید دیوانے دار د قلیل الحجم چندروز برائے اصلاح بمیاں سجو دادہ بود از اتفاقات شاید از سہو وقت طاہ حطی لفظ قطب را کہ تخلص خودش بود در یک شعر متحرک بوزن آوردہ محمد اسحق متخلص با سحق دریں خصوص معارض گردید وایں مضمون را بنظم کشید فرمود

بجائے جزم لفظِ قطب بر ضم بسکہ بھاری ہے — یہ اس کے چرخ کے محور میں کس نے میخ ماری ہے

اگرچہ از رشکِ نو گریز خامہ ام گرہ در دل نافہ آہوئے چینی گرہ بستہ اما معاذاللہ گاہے غبارِ نکتہ چینی بدامانِ خاطر نہ نشستہ چشم دارم کہ اگر بپائے چشم دریں باغِ سراپا بہارم بشتابی خار عیبت و معائب کسے را نیابی مگر چوں ایں بیت خالی از لطف نبود بتحریک و تکلفِ بعضے دوستانِ ظرافت پسند مرقوم شد خلاصہ فکر او است

کب ہمارے یار کے کوچے سے جاتی ہے بہار — جھوٹ ہے کہتے ہیں سب گلشن میں آتی ہے بہار

قطبی تخلص قطبِ دائرہ شریعت شمس المنازلِ طریقت مصباحِ انوارِ معرفت کاشفِ اسرارِ حقیقت مقرر القوانین باضافت البیان و مبین الفوائد بالدلائل والبرہان بحر العلوم الاعظم جامعِ فنون الحکم برہان المجتہدین فخرِ المحدثین مخدومِ دوراں مولانا جمال الدین حسن خاں

خلفِ نواب نورالدین خاں اگرچہ کلکِ مقطوع اللسان و خامۂ ژولیدہ بیان بتحریرِ فضل و
کمالاتِ صوری و معنوی و اوصاف و اخلاقِ ظاہری و باطنی مہرِ سکوت میدارد اما چوں
تقربِ حصولِ سعادتِ ابدی و دولتِ سرمدی بدستِ ناطقہ آمدہ یک بار ازیں معنی باز ماندن
از بیخردی انگاشت ناچار باظہارِ مجملے از احوالِ قدسی مآل صفحۂ اوراق را زیب و زینت داد کہ مولینا
از اہلِ دودمانِ سیادت است فضائلِ ظاہر و باطن اظہر من الشمس بر ساحتِ روزگار روشن است
خمخانۂ خیالِ فکرش بر ذوقِ نشاء معارف و حقایق و ساغرِ تصوراتش لبریز بادۂ لطائف و دقائق
ضمیرِ مہر تنویرش مشرقِ انوارِ الٰہی و سینۂ فیض گنجینہ اش مخزنِ اسرارِ نامتناہی بالجملہ مولانا
را چوں علومِ دیگر در فنِ نظم قدرتِ تمام است ابیاتش چوں منزل گزینانِ راہِ مولیٰ از تکلفات
مبرا نظمش ہمچو اسرارِ سالکانِ توحید ہوش ربا چوں بسیاری وقت فارسی زباناں از حلاوتِ
مضامینِ ایشاں کہ احلیٰ من العسل در حق او تواں گفت شیرینِ کلام مقاصد خود میشوند اما خوشہ چینانِ
خرمنِ ہندی تمتع از مطالبِ دلپسندِ خود نیافتہ بودند بدیں تقریب بعضے وقت لآلیِ شاہوار
ہندی را بسانِ عقدِ ثریا بسلکِ نظم میکشند و منت برجانِ سخنورانِ ایں زباں می نہند کلکِ
سلامت سلک را چہ یارا کہ از درِ ثنا خوانیش در آید بس بمقتضائے ایں فرمود شعر:-

زباں درکش کہ جائے دم زدن نیست — سخن کوتہ کہ میدانِ سخن نیست

بتحریرِ کلامِ اعجاز نظامش سامعانِ حقیقت بیں را سعادت اندوز می سازد

وصل فرہاد کو شیریں کا میسر نہ ہوا — فائدہ کچھ نہیں گر زور ہوا زر نہ ہوا

کیونکہ بوسے ہاتھ آویں ویسے یہ مذہب کے دو — جو نہ ملنے ایک بھی گر واسطے سو رب کے دو
منحصر کچھ منہ کے بوسے پر نہیں اپنا سوال — پاؤں کے دو ہات کے دو بازو کے غبغب کے دو
بوسہ وہ پہلے دیا کرتے تھے ہم کو بے حساب — خوبیِ قسمت سے اب ٹھہرے ہیں بدلے سب کے دو
ایک بوسہ اس کفِ پا کا غنیمت ہے ہمیں — یہ کہاں اپنا دہن کہتے جو دو تم لب کے دو

التماس بوسہ میں کیا فائدہ طولِ کلام ۔ ہے کفایت بس یہی قطعِ سخن مطلب کے دو

اگرچہ مشتہر ہے حسنِ گل اندام سو سو کوس ۔ ہمارے عشق کا بھی ہو رہا ہے نام سو سو کوس

حرف الکاف

کاظم تخلص محمد کاظم نام نشو نما در بندر کھنبایت یافتہ مسموع شدہ کہ جوانیست بتہذیب اخلاق و مروت آراستہ و بحلیۂ ذکاوت ذہن پیراستہ حال از چندے بخدمتِ تحصیل تمام پرگنات کھنبایت از سرکار نواب حسین یاور خاں بہادر سرفراز است از وست

نہ وہ آیا نہ مجھکو بلوایا ۔ نہ تو خط کا مرے جواب آیا

اسی عالم یہ خواب میں دیکھا ۔ اضطرابی سے پھر نہ خواب آیا

کامل تخلص اسمش سید منصور از ساداتِ بڑودہ ماز کلام اوست

غلط ہے حشر ہو خورشید کے نزدیک ہونے سے ۔ ہمیں اس رشکِ خور کا دور رہنا ہی قیامت ہے

کامل تخلص کاملِ نصابِ سیادت و اکمل النصیبِ ایتِ دوحۂ اصناف سعادت ازلی و شجرۂ انواعِ دانشِ لم یزلی شمعِ شبستانِ خاندانِ مصطفوی گوہرِ شب چراغ دودمانِ مرتضوی میر کمال الدین حسین رضوی خلف جناب سیادت مآب سید باقر صاحب سلسلہ نسب بواسطۂ حضرت سید احمد جعفر شیرازی قدس سرہٗ بامام عالی مقام امام محمد نقی کہ امام دہم از ائمہ اثنا عشر سلام اللہ تعالیٰ علیہ و علی جدہ شفیع یوم المحشر منتہی می شود عالی نژاد و دودمان فخیم و خاندانِ عظیم است منصبِ قضاوت در ہنگامِ قیامِ عدالت بقلعہ کہیرہ بوالدِ بزرگوارش مفوض بودہ تولدش در سورت رو داد پس رشد درین بلدۂ عشرت موج رسیدہ ایدون اقامت پذیر احمد آباد است تحصیلِ فن در خدمتِ فیضدرجتِ حضرتِ والد ماجدِ داعی کہ ابن العم حضرت می شوند نمودہ و نیز استفادۂ علوم از استاد نا مولوی نور محمد صاحب کردہ

حدّتِ ذہن بمرتبہ ایست کہ تیز زباناں بحضورش بے زبان و حاضر جوابی اش بمنزلتے
است کہ حاضر جواباں پیش وے مہر بر دہاں سلیقۂ نوشتنِ نثر بسیار تین و نظم ہجو لب
دلیراں رنگین و شیریں انچہ از دودۂ قلمش بر آید حلوائے بے دود است بلکہ انچہ نوشتم
براں نیز باید افزود بہ سراپا کمال بودنش تخلصش دلیلے است روشن و ہویدا کہ کامل در
کلام ہمچو ماہِ تمام پیدا مع ہذا بر علومِ متداولہ کمالیتِ بلیغ میدارند اما فکرِ سخن و دریافتِ مضامین
روشن کہ از نیکوئے مزاج و ظرافتِ طبع است بے تدریق رتبۂ شعر را بعلو مرتبہ رسانیدہ خیالش
شاہدیست زیبا لم یطمثہن قبلہم انس ولا جان نظمش لعلے است برہمزنِ ہنگامۂ یاقوتِ بدخشاں
ہموارہ فکرِ صحیح و کلامِ فصیح سر میزند انحصار۔ کمالاتش نا محصور است پس از ایرادِ ابیاتِ دلچسپ
ایشاں بکام شایقانِ این فن بنویدِ تسوید عشرتِ جاوید میکند

اس نے دی غیر کو انگشتری فیروزے کی — رنگ بدلا ہے بس اس وقت یہ کیا کیا اپنا
یار کے وصفِ سراپا میں کمر کی جا پر — ہم نے اس شعر میں باندھا ہے سراپا اپنا
بوسہ پائے صنم وصل میں کافی ہے کہ سر — اُٹھنے دیتا ہی نہیں شکر کا سجدہ اپنا

ہوسِ دل کو مل گئے بوسے — لبِ معشوق کس کا تیر ہوا

خاک اس صفائی پر کہ شبستانِ تار میں — لوگوں پہ کھل گیا مرے دل کا معاملا

گرمیٔ ہجراں نے دی اشکوں میں تاثیرِ شرر — آنسوؤں کے پونچھتے ہی میرا دامن جل گیا

تیرے پانی کے چوانے پہ بھی مرتے ہیں عدو — بس دمِ تیغ ہے ان کو دمِ آخر میرا

رات دن رہتے ہیں کوچہ میں پریزاد وں کے   کاش ہو جائے کوئی ان میں مسخرا اپنا

ہم خوش تھے اعتمادِ وفا وہ بھی جانتے   غیروں کا اپنے ساتھ نہیں امتحاں ہوا

وصل میں رہ گئی سب حسرتِ دل   تابِ رُخ نے ترے بیہوش کیا

غبارِ رشکِ عدو آئینہ لے صاف کیا   وگرنہ یوں بھی تو کب مجھ سے یار ملتا تھا

بندھا نہیں کمرِ یار پر دوپٹا سُرخ   ہوا ہے موئے کمر کو خضاب مہندی کا

خیالِ دیدۂ مے گوں میں شعر پڑھتے ہیں   یہ کیفیت میں عجب منہ کھلا ہے قلقل کا

کم نظر آتا ہے ظالم سے عدو کا التفات   یاد آیا ہو نہ اس کو جو ستم ہم پر ہوا

بیتابی سے یادِ رخ میں پاتا ہوں قرار   سیماب بھی ہوں تو پشتِ آئینہ کا

اس کو تحریرِ شکایت بھی ہوا ہم پہ عذاب   اک بلائے جاں تھا لکھنا نام بھی اغیار کا

کیوں کیجئے نہ دیدۂ نصفت سے اس پہ صاد   اک فردِ انتخاب ہے مضمون خال کا

اس چشمِ مست کا دمِ مرگ آگیا خیال   تلخیٔ نزع میں بھی مزا تھا شراب کا

یاں سے کب تک غبارِ مے کشی ہائے عدد	بھرتے بھرتے اب تو دل بھی شیشۂ ساعت بنا

ہم سے تو حالِ عیشِ وصل نہ پوچھ	اپنا ہاتھ اور اس کا داماں تھا

بن تیرے لب پہ آئے ہمارے یہ آہ سرد	ساغر کے پیتے پیتے میں بس جم گئی شراب

آئینہ کیا دکھائے مشاطہ	آپ حیران اس کی صورت پر

میں تو میں وہاں وہ بھی تو کوئی جا سکتا نہیں	آسماں سے کم نہیں ہے کچھ زمینِ کوئے یار

روزِ محشر الٰہی ہو کوتاہ	کہیں کھُل جائے اسکی زلفِ دراز

آہ کو نزع میں بھی اتنا اثر باقی تھا	کہ لگا دی ملک الموت کے پر کو آتش

منہ مت بگاڑ تلخ کلامی سے اپنا تو	زاہد کبھی نہ ہووے گی ہم سے شراب ترک

ہے عکسِ روئے دلبر جلوہ افزائے نظر	جہاں اک آئینہ خانہ ہے اپنی چشمِ حیراں میں

کھٹک رہا ہوں رقیبوں کو گو کہ زار ہوں میں	تمہارے کوچے میں گویا عدد کو خار ہوں میں
صفا پسند یہاں تک ہے مشتِ خاک اپنی	موئے پہ بھی کسی آئینہ کا غبار ہوں میں
بسانِ کاغذِ مسطر کھنچیں رگیں تن کی	یہ کھینچتا ترے نامہ کا انتظار ہوں میں

وہ جفا جو نہ کیوں ہو مجھ سے خوش — آپ میں اپنا دشمنِ جاں ہوں

اڑتی پھرتی ہے مشتِ خاک اپنی — ہم سلیمان اپنے وقت کے ہیں

جرمِ افشائے راز پر ہیں غضب — چشمِ تر نے کیا ہے تر دامن

رکھا کم ظرفیٔ دل نے ہمیں محروم ساغر سے — ہوئے بیہوش شیشہ دیکھتے ہی اسکی محفل میں

دل اس نے لیا جو تھا کمیں میں — خم آ گیا زلفِ نازنیں میں

وہ حسن پہ مغرور جو رہتا ہے تو ہم بھی — جی میں ہے کہ آئینہ کی دوکان نکالیں

یہاں شکستِ رنگ ہے اور حسنِ روز افزوں وہاں — رنگ کھلتا ہے وہاں جتنا سو اڑتا ہے یہاں

ہے اگر ان کو نازکی پر ناز — ہم بھی یہاں ناتوان رہتے ہیں

ہم سے کہے ہے قلقلِ مینا شبِ وصال — کیوں آج بند مرغِ سحر کا گلو نہیں

کل وہاں کم سخنی آپکی ہو گی معلوم — گر مرا نامۂ اعمال کھلا محشر میں

اس کے کوچہ میں ہیں جو خاک نشیں — آسماں پر دماغ رکھتے ہیں

جی شبِ وصل ہی کے ساتھ گیا — صبح کیا آئی موت آئی ہمیں

گو مستعد ہے نیمچۂ خوں فشانِ یار — پر کیا کریں گے اپنے بدن میں لہو نہیں

خور ہے یہ وہمِ رُخِ تاباں نہیں — روزِ محشر ہے شبِ ہجراں نہیں

اپنی خاکِ ناتواں بھی زور رکھتی ہے اثر — آنکھ میں گرتی ہے جس کے وہ نظر آتا نہیں

تنگ تر ضعفِ جنوں میں ہے یہ اپنا احوال — سینۂ مور بھی مل جائے تو صحرا ہے ہمیں

روئیگا ایک جہان اے پیارے — میرے رونے کو مت ہنسی سمجھو

آنے پاوے ہے کہاں خفگیٔ درباں ہم تک — سنگِ دہلیز ہے دیوارِ سکندر ہم کو

گر اوجِ فلک کو غیر پہنچا تو کیا — ہم زیرِ زمیں آسمان رکھتے ہیں

ہیں مسخر اس کے کیسے کیسے خود بیں خوبرو — کم نہیں رتبے سے اسکندر کے جاہِ آئینہ

ملے ہے اس سے دادِ تشنہ کامی ہم کو مرتے دم — دہانِ زخمِ دل لب تر زباں ہے آبِ پیکاں سے

ہات لذت میں خراشِ دل کا کیا ہوئے جدا — خار ہیں ناخن ہمارے زخمِ دامن دار کو

بے تکلف جو پڑے لوٹتے ہیں عاشقِ زار کیا ترے سایۂ دیوار کو بستر سمجھے

توبہ مے ساتھ شیشے ہی کے یکجا ٹوٹ جائے خاطرِ ساقی نہ ٹوٹے میری توبہ ٹوٹ جائے

رات لذت میں خراشِ دل کا کیا ہووے جدا خار ہیں ناخن ہمارے زخمِ دامن دار کو

ہے مشغلہ اختر شمری شبِ ہجراں سیارہ شناسوں میں گنے جاتے ہیں ہم بھی

جب کیا نالہ یاد آیا صور خوفِ محشر ہے شکرِ یزداں ہے

خیال اس لبِ خندان زلف کا ہے ہمیں ہنسی ہنسی میں گذرتی ہے رات بس اپنی

لوگ ہنستے ہیں میرے رونے پر طفل اشکوں کو اک تماشا ہے

تابِ نظارہ کسے ہے کہ تری محفل میں بے حجابانہ کوئی آکے مقابل بیٹھے

کشتۂ عشق کیا جِلایا ہے تم نے عیسیٰ کو مار ڈالا ہے

کیوں ہوتے ہیں غیر دیکھکر خوش رویا ہے جو یار پر ہنسا ہے

تنِ لاغر ہے ایک تنکا سا اس کے چلمن میں باندھدے کوئی

کیوں نہ وہ مست مجھ سے لے بوسے　　　دل بھی شیشے کی ایک صورت ہے

گرمجوشی ہوئے غیروں سے جلیں رشک سے ہم　　　کیوں تری گرمیٔ صحبت سے نہ جی بجھ جائے

توڑیں گے خوشی سے اسکو زاہد　　　شیشہ ہے کسی کا دل نہیں ہے

رفعتِ کوئے یار بھی کیا ہے　　　آگیا آسماں زمیں کے تلے

جذبۂ جوشِ جنوں میں نہ تھا تا سرِ عرش　　　آسماں گو کہ بنے طوق مری گردن کا

نہ کیوں خاک اُڑائیں تنگ صحرائے وحشت میں؟　　　کہ ہم کو آسماں کی اک زمینِ نو بنانا ہے

کچھ تو ہے رنج میرے مرنے کا　　　قتل میں اس کو جو تامل ہے

آب بستہ ہے اپنی چشم رواں　　　اشکِ تر جو ہے آتشِ تر ہے

میں ہی حیران دیکھ وہ خطِ تراشیدہ نہیں　　　آئینے کے ہات سے گویا کہ طوطے اُڑ گئے

کب سخن کا اپنے ہے آشفتہ طبعوں کو مذاق　　　میرے مضموں کے سمجھنے کو بھی سمجھو چاہیے

کریم تخلصِ نواب عبدالکریم دلی سجین جدید و میاں خلاص از ایشانست

یار دیکھو مرا شرابی ہے　　　آنکھ اس کی عجب گلابی ہے

چشم مست اُسکی دیکھکر عاشق	کہتے ہیں آج پھر خرابی ہے

کمتر تخلص منشی عبدالحکیم داماد شیخ غلام علی قاضی سورت محسوب بفضلائے سورت می شود در فنون علم ذوفنون بسیار معقول دستگاہ دارد وچون در معقول دستگاہ می داشت تمنا میکرد کہ مردمان اورا مولوی می خوانند امامردم علی الرغم او منشی گفتند داغ این معنی در گور با خود برد واقسام خیالات دال بر فکر رسا وطبع ذکائے ایشان سیکند کتابے در احوال اولیائے دین تالیف ساختہ من افکارہ

فلک پہ کیسی گذرتی مسیح کی ہوگی	کہ غیر جنس ہیں یارب کوئی غریب نہ ہو
یہ طفل اشک بہک جاکے رازِ دل کہدیں	گر اُن کے سر پہ مری آہ کا ادیب نہ ہو

حرف اللام

لطف تخلص منشی لطف اللہ نام اصلش از ہند است سالہاست کہ بسورت اقامت ورزیدہ بمدرسی سرداران دولت انگلشیہ عزو وقار افزودہ جوانیست ظریف وعاقل و در فن منشی گری کامل بسیار در علم انگریزی دستگاہ بلند دارد واز معزز ملازمان نواب میر جعفر علی خاں بہادر است کلامش خالی از لطف نیست اوراست

خانہ میں عصافیر کے سیمرغ چھپے ہے	جب کھینچے ہیں ہم تیر کو آہِ سحری کے
سرسبز بیاباں ہے ترے دیدۂ تر سے	یہ لطف تصدق ہے تری چشم تری کے

لطیف تخلص میر شمس الدین نام از سادات عالی نہاد سورت است نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ در تذکرۂ خود نوشتہ کہ سید مزبور اقامت در لکھنؤ ورزیدہ واین بیت بنامش ثبت کردہ تقلیداً از تذکرۂ نواب موصوف نوشتہ شد

گھر میں جا بیٹھ رہا اس سے خفا ہو تو لطیف	کیا ہی غصہ تری اس بات پہ آتا ہے مجھے

حرف المیم

مائل[1] تخلص نقاوۂ خاندانِ رفعت واعتلا زبدۂ دودمانِ عزت وعلا جامعِ
خصائلِ رفیعہ مستجمعِ اخلاقِ حمیدہ ذو النسب الرفیع والحسب البدیع الموافق بتوفیقات
ملک الاحد المؤید بتائیداتِ ملک الصمد صاحب المفاخر والمناقب سید حیدر صاحب
کہینِ برادر سید چھوٹے صاحب المتخلص بآحمد اگرچہ طوطئ خامہ در داستان سرائی اوصاف
حمیدہ و اخلاقِ پسندیدہ بے صداست و کلکِ رنگیں سلک در توصیفِ خوبی ہائے
ذاتی و صفاتی بجمرۂ خجالت عاجزی یا درحنا بدیہتہ قلم را بدیں تقریب باز داشتن و صفحہ
اوراق را ازیں نگارش سادہ گزاشتن سادہ لوحی دانست نظر براں باظہارِ مجملے از
احوالِ خجستہ مآل منت بر دیدہ وگوشِ سامعانِ حق نیوش می نہد صاحب موصوف از
سادات عالی درجات است خاندانِ عالی شانِ الیشاں نہ بجدے مشتہر است کہ داعی
بتحریرش پردازد تولد و نشو نما دریں خجستہ بلدہ بھروچ است ذاتش سرمایہ متاعِ آفرینش و
دلش مخزنِ گنجینہ دانش بہ بذل و سخائے او غلغلہ در گورِ حاتم انداختہ و علوِ ہمتش نامِ عالی ہمتاں را پست
ساختہ سینۂ بے کینہ بصنوفِ سعادت پر نور پیراستہ و بتوفیقاتِ ہدایت آراستہ صانعانِ قضا و
قدر حسنِ ملیح را بایں خوبی پیرایۂ جسم ساختہ کہ مانی اندیشہ را بہتر ازیں نقشے بر صفحۂ روزگار
نبستہ حاوی آدابِ عمیم و جامعِ اخلاقِ فخیم با راقم اتحادِ دلی و تودد قلبی مسلوک در فارسی
کامیاب پایۂ بلند و بگجراتی صاحبِ دستگاہِ ارجمند چوں مزاج شریفش مائلِ اشعار و راغب
مذاقِ ایں فن است گاہے لبِ ملیح بیاں را بشغلِ مضامینِ شیریں حلاوت آگیں می فرماید

---

[1] میر مائل بعد اختتام ایں کتاب روز دوشنبہ بست و ہشت شوال ۱۲۷۶ھ از عارضہ ہشت نعیشہ وداع بر جمیع مردم بدیں طور
صید کہ گویا قیامت تازہ برپا شد و در خانہ ___ بیماری در یک روز قریب ہر دم مع اہلیہ میر جان ملحق شدند

دہانِ زخمِ دل کس کس مزہ سے تیر چوسے ہے　　نمک میں کب مزہ ملتا ہے قاتل تیرے پیکاں کا

نہ دیا اُس نے ایک ساغر بھی　　دل مرا جل کے بس کباب ہوا

پڑھوایا ہم سے نامۂ اعمال حشر میں　　افسانہ اپنے عشق کا واں بھی بیاں ہوا

بہکا دیا تھا ہم سے سکندر نے اسکو خوب　　پر عکسِ رُخ پہ اس کے ٹھہرتی نظر نہیں

تو جو جانے نہیں دیتا ہے ہمیں اے درباں　　تجھ سے شکنندۂ دروازۂ خیبر سمجھے

مجروح تخلص میر فیاض الدین عرف بڑا صاحب جہیں پسرِ میر غیاث الدین شایق ہنگام اقامتِ سورت اصلاح از والدِ ماجدِ خود و در صورتِ بودو باشِ بردہ از سید میر علی امیر اصلاح میکرد۔ تیغ سخناں را آب میدہد و گویا دریں فن این شایق ابن شایق۔

دل پہ مجروح اس کے ابرو سے　　زخم پر زخم اور کھائیں گے ہم

مثلِ گل دایم جو رکھتا چاک ہے دستِ جنوں　　کس لئے پھر اس گریباں کو سلانا چاہیئے
ہر سحر بستر سے اُٹھ مثلِ نسیمِ صبحدم　　بوستانِ کوچۂ جاناں میں جانا چاہیئے

مخلص تخلص سید غلام محی الدین ابن میر فقیر اللہ قادری ولدش از ثقات و معززِ اہل سورت است از تازہ خیالانِ آں بلدہ است و باسید و میاںؔ خلاصؔ مشورہ سخن می کند اوراست

زردی رنگ نے سنگِ سحر کو طلا کیا　　اکسیر کا ہے خاصہ اپنے غبار کا

رویا جو خیالِ لب و دنداں ہیں تمھارے — سوختۂ جگر اشکوں کے شامل نظر آیا

نمایاں آستیں سے ساقِ سیمیں اُس پری کی ہے — گماں ایک خلق کو فانوس میں ہے شمعِ روشن کا

محبّ تخلص نواب محمد ابراہیم خاں مبارز الدولہ نصرت جنگ خلف نواب عبدالکریم یاقوت خاں والی سچین من مضافاتِ سورت از امرائے نامیٔ ایں نواح است باہلِ سخن محبِ صمیم وکریم ابن کریم ہنگامِ اقامتِ سورت ہموارہ رنگِ مشاعرہ بمکانِ فیض بنیانِ خود می ریخت و مشاہیرِ شعرائے سورت را تکلیفِ طرحِ غزل می نمودند صادرین و واردین را بحسنِ خدمت و اخلاق بہ صلہ و جائزۂ شائستہ می نواخت صاحبِ دیوان فارسی و اردو و مثنویات اند ہذا من کلامہ

یار با سلسلۂ زلفِ دراز آتا ہے — مژدہ اے دل کہ وہ دیوانہ نواز آتا ہے

مسیح تخلص میر ذوالفقار نام از ساداتِ بخاری ساکنِ بریلی مزاجِ سلیم و طبعِ حلیم دارد اکثر در سیاحت و سیاحت حظِ زندگی دریافتہ بسیار اماکن و بلاد بسر بردہ گی عمر بسر میکند انقضائے چند سال است کہ در احمد آباد بانعقادِ مواخاتِ چند صاحبان مسکن و مقرِ خود ساختہ اشعارش قلم خوردۂ میر کمال الدین حسین خاں کامل است من افکارہ

کیجیے سیر جب چرخِ چارم کی — ہے یہاں تک مسیح دم اپنا

در پردہ تھا یہ مدِ نظر اس کو ورنہ جب — معشوق بس میں ہو تو رقیبوں کا کیا چلے

مرہون تخلص مرزا عبداللہ نام دہلوی اصل ملازمِ راجہ بردوہ پنجاہ سال است کہ انتقال از دارِ دنیا کردہ از ابیاتش بنظر میاید کہ سررشتۂ درست درین فن داشتہ باشد دیگر حالش بسماعت نرسیدہ الحاصل از ارقامِ شعرِ مرہون ساعین رام مرہونِ منت کردہ می شود

برہنہ پا جنوں سے چل وہاں دشتِ مغیلاں میں — جہاں ہر خار کو دعویٰ ہو نشتر کی نیابت کا

علاجِ دل کو آئے تھے مسیحا سخت دعوے
یہاں کیا ہوگیا وہ معجزہ حضرت سلامت کا

مشتاق تخلص نامش محمد حسین پسرِ شیخ داؤد واکثر مضامینش بشوخی شامل طبعش بہزل و ہجو گوئی مائل از وست

نامہ اس غیرتِ بلقیس کا آیا ہم کو
اس پریرو نے سلیمان بنایا ہم کو

مشتاق تخلص قمرائے قمرِ سخنوری و شعشۂ نجمِ ہنر پروری سرآمدِ دقیقہ کیشانِ باریک بین شیخ نجم الدین عرف میاں بابا از مشاہیر مشائخ زادگانِ این بقعۂ متبرکہ واز اولادِ امام العادلین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بوالدِ معز الیہ در وقتِ قیامِ عدالت بقلعہ کھیرہ خدمتِ مولوی گری تفویض بودہ غرض کہ عالی نژاد اند نجمِ تولدش از شرفِ عدم بکشورِ وجود دریں بلدہ طلوع یافتہ تحصیلِ کتب درسورت کردہ وبخود حدیث بخدمت حضرت والدِ ماجدِ داعی اخذ نمودہ چون کاتبانِ ازل ذکاوت ذہن را بنامش نگاشتہ در ہر فنون دستگاہِ شایستہ ومہارتِ پسندیدہ میدارد وقوتِ حلِ نظمیہ بسیار رو در نثر نویسی باروزمرہ سروکار است اما از بدوِ سن طبعش از دیگر فنون زیادہ تر مالوفِ سخن بود در ہر روزِ آدینہ بمکانِ خود محفلِ مشاعرہ آراستے ومصروف بدین شغل شدے ہر مصرعش از نیشکر شیریں تر نے بل غیرت افزائے قندِ مکرر خیالش شاہد یست از نظرِ غیرِ محرم زیرِ نقاب وافکارِ روشنِ بیانش روشن تر از آفتاب ذاتش در فضل وکمال یکتا است تعداد فضیلتش تا مہ معدود ناگزیر مشتاقانِ سخن را بہ تسویدِ مضامینش سر میسازد

دیکھکر چیں بر جبیں اس شوخِ غصہ ناک کو
کھل گیا جو کچھ نوشتہ تھا مری تقدیر کا

حسرتِ دل نکل گئی دمِ قتل
اپنا سر اس کے پاؤں پر دیکھا

نازو انداز کا غلام ہوں میں
ایک بندہ ہے اور دو صاحب

روئے اتنا فراق میں تیرے بیٹھے آنکھوں کو اپنی کھو صاحب
جائیگی کھل حقیقتِ غنچہ تم ذرا باغ میں ہنسو صاحب

نیرنگیوں سے تیری یہ رویا کہ اب نظر آتا نہیں ہے یار سفید و سیاہ و سُرخ

بات کرتا نہیں مجھ سے کوئی ہرگز ایسا اس نے باندھا ہے غرض مجلسِ احباب میں بند

کب وہ خاطر میں ہمیں لائے بھلا آٹھ پہر آئینہ رہتا ہو جس آئینہ رخسار کے پاس

رازِ دل میرا یہ اظہار کرے ہے ہر بار یا الٰہی لگے اس دیدۂ تر کو آتش

ہونے نہ دے ہے وصل جو اس گلعذار سے ہے جی میں پیدا کیجیئے چرخِ کہن سے ربط
گل کھائے جو بدن پہ ہوں منظور آپ کو مشتاق تو تو کیجیئے اُس گلبدن سے ربط

شکر کرنے لگے ہزاروں مرے حال سے ہو کے سب غمیں واقف

اس کے مژگاں کے تصور میں کہوں کیا مشتاق دل میں کھٹکے ہے مرے خار بنا ایک ایک

عشق میں اُس کے پھنسے ہیں اس طرح مشتاق ہم جوں پھنسا ہو صید کوئی چنگلِ شہباز میں

لاش پر آکے وہ میری اس طرح کہنے لگا کیا ہوا مشتاق کو جو ہوش میں آتا نہیں

تجکو نہیں صنم جو مری چاہ ان دنوں — پروا نہیں مجھے تری واللہ ان دنوں
اس تند خو کی یاد میں مشتاق کیا کہوں — آندھی سے کم نہیں ہے مری آہ ان دنوں

آپ میں ایک دم نہیں رہتا — آپ جب مجکو یاد آتے ہیں
مرغِ دل اُن کے کیوں نہ دام میں آئے — اُڑتی چڑیا کو یہ پھنساتے ہیں

فراقِ یار میں مشتاق اس رات میں رویا — سحر روتے تھے ہمسایہ سب اپنے بام اور در کو

پھول دریا میں دیکھتا ہے کیا — لختِ دل دریۂ چشمِ تر کو دیکھ
خون روتا ہوں اور خبر ہی نہیں — اے میاں ایسے باخبر کو دیکھ
جلوۂ یار ہر طرف کو ہے — بے خبر جایئے جدھر کو دیکھ

اس چہرے پہ ہے زلفِ رسا اور طرح کی — باغ اور طرح کا ہے گھٹا اور طرح کی
یادِ غمِ ہجراں سے یہ دل کیونکہ نہ مرجائے — گل اور طرح کا ہے ہوا اور طرح کی

حضرتِ عشق نے کیا کیجئے ہزاروں بندے — قیس و فرہاد سے کر ڈالے ہیں آزاد کئی
گلرخوں سے کہو کس طرح بچے جاں اپنی — ایک بلبل کے جو پیچھے پڑیں صیاد کئی
کب فریبوں میں ترے آئیگا وہ اے مشتاق — کہ فریب اس بتِ عیار کو ہیں یاد کئی

دب کے مرجاؤں میں اب ہے یہ تنِ زار کا حال — گرد مشتاق اُڑے پاؤں سے گر اس بت کے

کرڈالے ولیکن نہ جواب آیا محبتو | دروازۂ دلدار کی زنجیر کے ٹکڑے
جوں شیشہ گرے ہاتھ سے یوں اس نے کئے ہیں | نظروں سے گرا گر دلِ دلگیر کے ٹکڑے

ہے بہت مرگ و زیست میں جھگڑا | آپ آکے اسے مٹا دیجے

محفل میں ہمیں آپ خجل کرتے ہو ہر بار | کیا کیجے فلک دُور ہے اور سخت زمیں ہے
ہے بسترِ گل خار سے بدتر ہمیں مشتاق | جس روز سے وہ غیرتِ گل پاس نہیں ہے

چاہئے مت ہم سے رکھو ربط لیکن اے پری | غیر سے ہو رابطہ یہ اپنے دل پر شاق ہے
مثل عنقا ہم نشینو اس پری رو کی کمر | گرچہ ہے معدوم لیکن شہرۂ آفاق ہے

مُلّا فخر الدین مخاطب بعمدۃ التجار از اہلِ ثروت و نام آوران سورت بودہ معلوم نہ شد کہ چہ تخلص میکرد۔ نظام الملک بنظرِ شفقت او را می دید چوں بغرور جاہ و دولتے کہ داشت فریفتہ شدہ باستصدی صورتِ مخالفت ورزید بناءً علی ہذا ملائے موصوف اساسِ بنائے عمارتِ عالی نہاد نظام الملک از راہِ قہر و عتاب کنایتاً بمعز الیہ ایں فرد نوشت شعر۔

نہ توڑے گل کیا بلبل نہ تو نے باغباں اپنا | چمن میں کس بھروسے باندھتی ہے آشیاں اپنا

ملّا بمعذرت و عذر خواہی آمدہ در جواب نوشت شعر۔

بلبلِ بے کس کی گنجائش چمن میں کیونکہ ہو | ایک تو صیاد تھا اور باغباں دشمن ہوا

ایں شعر بنامش مشہور است نوشتہ شد۔

صنم اب باغ میں ٹک لب تو کھولو | اگر ہم سے نہیں پھولوں سے بولو

مفتوںؔ تخلص امیر صاحب نام پسر محمد صاحب سیدِ صحیح النسب از خاندانِ عالی نہادِ ایں بلدۂ شریفہ تولد و نشو و نما از ہمیں شہر است۔ در نوشت و خواندِ فارسی کامروا ست

صاحبِ طبعِ ذکا و فہمِ رسا است ذہنِ پاکیزہ و فکرِ شستہ می دارد چوں مزاجش راغب
شعرگوئی بیش از بیش است بارے مشتغلِ سخن خود را می کند و اکثر باشتغالِ سخن
می پردازد و از جودتِ طبع در اکثر اوصافِ سخن فکرِ شائستہ می نماید غرض کہ کلامش
خالی از لطافت نیست و قابلِ توصیف و ذہنش باینقدر ذکا و طبعش بایں مرتبہ رسا
کہ خیالاتِ رنگیں از قلمِ مشکینش بے دریغانہ تراوش میکند فہمِ ایں معنی بیشِ نظارگیاں
در سیاقِ کلام لاجرم مضامینِ دلکش او را بتسوید آوردہ می شود

اگر ہم سجدہ گہ اپنی کریں محرابِ مسجد کو
تو پھر ہے یار کے وہ ابروے خمدار کس باعث

میں جاں بلب ہوں ہجر میں اور تو کدھر ہے آج
اے مرگ میرے حال سے کیوں بیخبر ہے آج

جو قبر میں مری منکر نکیر آئے تو میں
یہ پوچھتا ہوں کہ لائے ہو یار کا کاغذ

بعد مردن کے صبا اب بھی تو لینے دے چین
اس کے کوچے سے مری خاک کو برباد نہ کر
ظلم یہ دیکھئے رات ہچکیاں آئیں اُس کو
تو خفا ہو کے وہ کہتا ہے مجھے یاد نہ کر

مستحیل آب یہاں آگ سے ہوتے دیکھا
آ سکے کون پھر اس دیدۂ خونبار کے پاس

تم جو کہتے ہو نہیں لگتی ہے پانی میں آگ
پھر بھلا کیونکہ لگے دیدۂ تر کو آتش

نہ کوئی لوٹ کو جو اس بت سے ہے مرا اخلاص
ابھی ہوا ہے یہ کر کے خدا خدا اخلاص

بعد مردن کے یہ سوزش دیکھنا — استخواں میری ہما کھاتا نہیں
مت خفا ہو تو مرے آنے سے یار — دل لئے آتا ہے میں آتا نہیں
ہم ہیں وہ صیدِ زبوں صیاد بھی — دام میں اپنے ہمیں لاتا نہیں
عشق میں خوبوں کے اے مفتوں تجھے — کون کہتا ہے کہ تو یکتا نہیں

مت مرا حالِ ناتوانی پوچھ — ای پری اپنی تو کمر کو دیکھ

بھرے ہرگز نہ وصلِ یار سے دل — اگر ہو خضر کی سی زندگانی

سرِ کعبہ جو ہوے تو کافر ہوں — یار کے در پہ جبہ سائی ہے

منیر تخلص محمد نام مردِ کہن سال است از چند ایام بہ نیابتِ قضاے کھنبایت از سرکارِ نواب صاحب سرفراز اصلش از احمد آباد و از شاگردانِ حضرت سید احمد صاحب مرحوم با مرزا کاظم بخش خلفِ مرزا سلیمان شکوہ تا دہلی گام سنج شدہ بود و در فارسی نیز فکر میکند یادرا است

نظرِ مہر ہو جبیں پر تری اے رشکِ قمر — کب اُسے چاہ ہو پھر یوسفِ کنعانی کی
بیوفائی کا تری شور تھا اک عالم میں — تس پہ دل ہم نے دیا اور یہ نادانی کی
طاقِ ابرو میں صنم کے کیا سجدہ جب سے — کافرِ عشق ہوئے ترک مسلمانی کی

منظور تخلص نامش شیخ عبداللہ عرب نژاد است توطن و تولد در سورت دارد صاحبِ طبع ذکا و فکرِ رسا است مثنوی جگر سوز کہ جگر سوزی را بکار بردہ دادِ قابلیت دادہ از تصنیف اوست بالجملہ دریں فن سلیقۂ شایستہ و قدرتِ پسندیدہ با دست منظورِ نظرِ اہلِ انصاف و کلامش از اعتساف و عوجاج صاف شاعریست بتہذیبِ اخلاق و مروت

بیراستہ و باوصافِ خوش کلامی و رنگیں مزاجی آراستہ وازراقم ہم اتفاقِ ملاقات دست دادہ واز شاگردانِ رشید میاں سجّو صاحب است از نتائج طبع اوست

نظروں میں پھر رہی ہے جو اک نوش کی گل ॥ پردہ ہے اپنی چشم کا دامن سحاب کا

انگشت نما کیوں نہ مہِ نو ہو کہ اُس نے ॥ دعویٰ مرے خورشید کے ناخن سے کیا تھا

افراطِ شوقِ وصل نے کارِ عدو کیا ॥ آیا جو خواب میں وہ تو مجکو جگا دیا

ہنستا عدو ہے دیکھ اسے جوں شمع روئے ہم ॥ اے رشک تجکو آگ لگے جی جلا دیا

کھاتا ہے حیف حال پہ اب میرے بار بار ॥ شوریدگی نے میری یہ اُس کو مزا دیا

ہے ضعف گو یہ روز کے وہم نسیم نے ॥ اس گل کا میرے ہات سے دامن چھڑا دیا

پرتو ہے جو ہر آنکھ میں خضر رہِ دیں کا ॥ جادہ ہے مرا تارِ نظر خلدِ بریں کا

صدقے مہ و خور تجھپہ ہیں اے کانِ ملاحت ॥ ہے شور جہاں میں ترے حُسنِ نمکیں کا

چاندی کے ورق بن گئے منظور یہ دولب ॥ بوسہ جو لیا رات کو اس ماہ جبیں کا

دریائے اشک شب کو چڑھا تھا جو اوج پر ॥ گرداب ماہ تھا تو ہر اختر حباب تھا

جذبۂ عشقِ زلیخا نے بڑھائے دست و پا ॥ پیرہن آخر ترا اے ماہِ کنعاں پھٹ گیا

مدد اے ضعف ہے جویا ملک الموت مرا ॥ مژدہ اے زیست کہ ہوں اسکی نظر سے غائب

باغ سے عندلیب ہے باغی　　دیکھ اس گلعذار کی صورت

جوں سرمہ ہو گئے رہِ اُلفت میں خاک خاک　　تس پر بھی ہم سمائے نہیں چشمِ یار میں

لڑکپن میں بھی سودا عشق کا منظور تھا سر پر　　کہ حرف لام کو میں زلف سمجھا تھا دبستاں میں

گرمیٔ حسن ہے جانسوز رہوں کیونکہ خموش　　باد زن لب تو نہیں ہے کہ ہلا بھی نہ سکوں

انتظار ایسا ہے جاناں کا کہ نرگس کی طرح　　بند ہونے کبھی منظور نہ پائی آنکھیں

کہا کسی سے نہ طور رہا جورِ زلفِ دراز　　برنگ شانہ زباں گو ہزار رکھتے ہیں
نہ جان آئینہ رویوں کی سادگی پہ کہ یہ　　وہ باصفا ہیں کہ پنہاں غبار رکھتے ہیں

ضعف ہے یک قلم جدائی میں　　سر ہے جوں خامہ خم جدائی میں

سوزِ ہجرِ چشمِ جاناں کو نہیں گریہ سے نقص　　آپ دیکھو آتشِ مے کچھ بجھا سکتے نہیں

رشتہ ہے اس پری کی جو زلفِ رسا کے ساتھ　　جوں دودِ شمعِ کشتہ ہیں نالے ہوا کے ساتھ
کرتی ہے قتل سادگی تیری بسانِ تیغ　　پروازِ مرغِ جاں کو ہے رنگِ حنا کے ساتھ
دیکھو ہوائے شوقِ اجابت میں مثلِ خاک　　پہنچے ہم آسماں تلک اپنی دعا کے ساتھ
ناطاقتی ہے رو نہ مجھے دم نہ دیجیے　　اڑتا پھروں ہوں جنبشِ لب کی ہوا کے ساتھ

نہ دے ہے بوسہ وہ بت اور نہ منہ سے دے ہے جواب
سخی سے شوم بھلا جس سے کچھ جواب ملے

دست رس تیرے پاؤں تک ہے اُسے
خوب مہندی یہ رنگ لائی ہے
شب کہاں جاؤگے اندہیرے میں
مستی ہونٹوں پہ کیوں جمائی ہے
پاؤں آنکھوں سے اُس کے سہلانا
خوب خدمت یہ ہات آئی ہے

تیرا رونا ہنسی ہے اُس گل کی
دیکھی منظور آب روتیری

شبِ غم بیخودی ہے موت گھر گور
ہنیں مرغِ سحر کم نوحہ گر سے

مبارکباد دی بادِ صبا نے
ہمیں مارا جو اس نے بادزن سے

عبث دکھاتے ہو آنکھیں لبوں کو چوسونگا
پیونگا آبِ بقا میں شراب کے بدلے
لکھا لہو سے جو قاتل نے خط میں جان گیا
پیامبر مجھے لے چل جواب کے بدلے
یقین ہے اسپہ وہ ہو جائیگا خفا منظور
عدو سے ربط رکھوں اجتناب کے بدلے

کب سُنا اُس نے میرا افسانہ
تجکو ہم چشم خواب آیا ہے

حرف النون

ناداں تخلص شیخ عبادت حسین نام موطنش رامپور است در ایامِ طفولیت دریں دریار آمدہ متعلق در سوارانِ راجہ دھرم پور شدہ واقعاتِ چند سببِ ترکِ ملازمت

راجہ معزول شدہ اکنوں در بڑودہ رفتہ بسیارے وقت شریکِ مشاعرۂ تازہ مشقانِ سورت می شد لہٰذا راقمِ حروف شناسائی دارد، غرض ناداں مردِ داناست از وست

بجز آہ و فغاں کوئی نہ اب مونس ہمارا ہے ترا اے آہ بس اس دم فقط ہم کو سہارا ہے

نادر تخلص میراں اللہ نام از شعرائے قدیم سورت ہمعصر سید عبدالولی عزلت و عبداللہ شاہ تجرد بودہ در فنِ انشا مہارتِ کلی داشت عمرِ طویل یافتہ و کلامِ اوبحکمِ نادر کالمعدوم کمیاب است ازوست

جب وہ پیارا ناز سے دامن کو ٹھکراتا چلے دل بھی اسکے آگے آگے ٹھوکریں کھاتا چلے

نجف تخلص ناصر خان آقا ابن مرزا محمد جان صلش از سورت صاحبِ خلق و اخلاق است عند الملاقات بوضوح پیوست کہ خالی از تعریف نیست از خاندانِ فارس خاں است گاہے بفکرِ ریختہ می پرداز داز طبع زاد اوست

دل ہی داغوں سے چمن ہو تو گلستاں کس کا خار ہے ہر بنِ مو تن پہ بیاباں کس کا

نجف تخلص محمد شفیع نام عرف مرزا نجف خلفِ مرزا نواب از بنی اعمامِ آقا محمد حسین بادشاہی، دیوان بزرگانش از طرف بادشاہانِ دہلی بخدمت دیوانی زین البلاد احمد آباد سرفراز بودند و تاریخ مرآۃ احمدی تصنیف یکے از اجدادِ اوست مولدش بندر کھنبایت واز تازہ مشقانِ انجاست رشد در طبعش معلوم می شود و اشعارِ خود اعراض بر میاں تجو صاحب می کند ازوست

باغ داغوں سے ہے بدن اپنا آگ سے سبز ہے بدن اپنا

فیضِ وصفِ شہ نجف سے نجف بس ہے دُرِ نجف سخن اپنا

شمع اُس کو دیکھتے ہی خود بخود جلنے لگی اُس کے حسنِ گرم میں طرفہ اثر پیدا ہوا

مجھے ہے دورِ قمر سے یہ ہو گیا ثابت		فلک نے چہرے پہ بیشک ہے تیرے مارا چاند

ان کا دشوار تھا آنا پہ وہ آئے ہیں تو اب		مجکو دشوار ہوا آپ ہیں آنا شبِ وصل
آئینہ چھوڑ خدا کے لئے اس بت کو زرا		کوئی دم ہمکو بھی آنکھیں ہیں لڑانا شبِ وصل
محوِ آرائش اُسے سمجھے نجف ہم نافہم		ہیچ تھا یار کی زلفوں کا بنانا شبِ وصل

اُس ہلال ابرو کے ہے جلوے سے گھر گھر چاندنی		ہو گئی اب سب کی نظروں میں محقر چاندنی
کیا مجھی کو خاک میں ملنے کی ہے وہاں آرزو		خاک پر کرتی ہے اُس کوچے میں بستر چاندنی
وہ ہوا شب جلوہ فرما لے نجف جو بام پر		تھا مگر غرہ و لیکن نکلی تِس پر چاندنی

نصیری تخلصِ نواب امین الدین حسین خان مرحوم از امرائے نامی سرکارِ مہاراجہ بروده بنا بر غایتِ تشہیر ذکرِ محامدش احتیاجِ تسطیر ندارد در سنہ ثلاث و خمسین و مائتین بعد الالف ماہِ عمرش منخسف گردید و ہم تاریخِ انتقالش غروب مہ یافتہ شد این شعر بناش گوش زد یادگارانہ ثبت افتاد

وائے یہ گردشِ طالع کہ شب اس محفل میں		پہنچی نوبت جو ہماری تو سبو ٹوٹ گیا

حرف الواو

وحشت تخلصِ میر نظام الدین از مشاہیرِ ساداتِ وظیفہ دارانِ قصبۂ انکلیسر من متعلقاتِ سرکار بھروچ بوده در آغازِ جوانی سفرِ عرب وغیره ملک کرده مدتِ چند در نجفِ اشرف و کربلائے معلیٰ و دیگر مزاراتِ شریفہ بسر برده چند سالست کہ این عالمِ فانی را وداع کرده صاحبِ دیوانست دیوانش بمطالعہ رسید اگرچہ از رسائی فکر بر اصنافِ سخن عبور نموده امابطرزِ راسخہ ہیچ صنف را نگفتہ معہذا اکثر مضامینِ

دیگران یافتہ شد اشعار نیکو خواندے بدقتِ تمام ایں دو شعر از دیوانش برگردید و دریں اوراق التقاط گردید۔

کردیا بیماریٔ الفت نے جی یہاں تک ملول　　دردِ دل اظہار در پیشِ طبیباں ہو گیا

تیری باتوں کا ہے یہ دل مشتاق　　جی میں آوے سو توں سنایا کر

صبح سے شام تلک شوخ کے در کے آگے　　سیکڑوں ٹھوکریں کھائیں تو نہ سر کے آگے

وحید تخلص نامیش شیخ وحید الدین خلف شیخ رحیم الدین از اُستادان نامآور احمد آباد بودند ہمچو تخلصِ خود در تدریسِ فارسی وحیدِ وقتِ خویش بودند داں شہر کم کسے باشد کہ نسبتِ شاگردی ازاں مغفور نداشتہ باشد مدتِ مدید صرفِ ما یحتاج از سرکارِ حضرت قاضی محمد صالح قدس سرہٗ میرسید عرصہ پنج شش سال است کہ جہانِ گزراں را وداع فرمودہ بالجملہ صاحبِ اوصاف و اخلاق بودند فقیر ہم وقتِ اقامت بہ احمد آباد بخدمتِ شریفش تحصیلِ فن فارسی میکرد اگرچہ فقیر در ہنگامِ اکتسابِ علمِ فارسی ذکر از کارِ سخن فرمودنِ آں مرحوم نشنیدہ البتہ کہ در فارسی کلامے می گفتند اما بعضے احباب چند ابیاتِ طبع زادِ ایشاں بطریقِ ارمغاں فرستادند بریں یک بیت اکتفا کردہ یادگارانہ ثبت افتاد و آں این است

یہ ہم پہ گردشِ گردوں سے جو ہوا سو ہوا　　تو اپنے دل میں نہ آزردہ ہو ہوا سو ہوا

ولی تخلص محمد ولی نام مولدش احمد آباد و مدفنش ہم ہماں بلدۂ خجستہ بنیاد و مدفنش مابین مزار موسیٰ سہاگ و شاہی باغ اول کسے کہ آئینۂ سخنِ ہندی را بہ صیقل گریٔ نظم جلا بخشید و ریختہ را بگریٔ بلاغت نشانید ہمیں است دریں باب سرگردہ و مقدمۂ الجیشِ جمیعِ شاعرانِ ہند و گجرات است بر ضمائرِ انجم نظائرِ ناظران

ہوشمند مخفی و محتجب نماند کہ محققانِ ایں فن را درحالِ او اختلاف است کہ آیا ولی از گجرات است و یا از دکہن اما براقم آثم از زبانی ثقاتِ بلدۂ احمد آباد بہ ثبوت چناں پیوستہ کہ شاعر مزبور از بلدۂ مسطور بودہ و سالہا بدکہن ہم گذرانید و از رسالہ نور المعرفت کہ تصنیف او ست مستفاد می شود کہ از شاگردانِ شاہ گلشن و مریدِ جناب معارف آگاہ مخدوم العالم مولانا محمد نور الدین صدیقی السہروردی است و خطا کرد میر تقی میر کہ در تذکرہ خود او را از اورنگ آباد نوشت شاید بریں شعر او را از دکہن خیال کرد فرد۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور　　اگرچہ شاعرِ ملکِ دکہن ہے

اما گردہ کہ ولایتِ گجرات بہ نسبتِ دہلی و اکبر آباد سمتِ جنوب کہ ہندیان دکہن گویند واقع است۔ در اوائل عہد فردوس آرامگاہ محمد شاہ در احمد آباد جاں بجان آفریں سپرد۔ غرضکہ ایں خطا از فیض بہارِ کلامِ رنگینش　سر رشتۂ انصاف از دست نباید داد و قطع نظر از محاورۂ ایشاں نظر بر علو رتبہ مضامینش باید داشت نقل است کہ روزے در محفلِ سخن طرازانِ نکتہ پرداز و نکتہ پردازانِ بذلہ طراز ایاغ رحیقِ توصیف محمد ولی در گردش بود شخصے از کیفیتِ ایں بادہ ناآشنا زبانِ طعن بر محاورۂ ولی دراز گردسازِ کج آہنگی را ساز کردہ یکے از آں مجمع بدیہتہً ایں مصرع خواند ع

ولی پر جو سخن رکھے اُسے شیطان کہتے ہیں

طاعن منفعل و حضرات خوش دل شدند اگرچہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ و اعظم الدولہ سرور ذکر ولی را در تذکرۂ خود ہا یاد کردہ مگر ولی از استادانِ مسلّم و شاعرِ قدیم ایں بلاد است دفعتہً از کوائفش سرمہ بنائے خامۂ ریختن خاک در چشمِ انصاف ریختن است لہذا ایں چند اشعار محمد ولی کہ مطابقِ روزمرۂ جدید گجرات است از دیوانش انتخاب کردہ شد

نجاؤں صحنِ گلشن میں کہ خوش آتا نہیں مجکو　　بغیر از ماہرو ہرگز تماشا ماہتابی کا

پری رو کو اُٹھانا نیند میں بیجا ہے اے عاشق
عجب کچھ لطف رکھتا ہے زمانہ نیمخوابی کا

بوالہوس رکھتے ہیں دایم فکرِ رنگِ عاشقاں
ہے ہوس کے سد البس دل میں تدبیرِ طلا

کان کوئی ہے اس کمر کا پیچ
جگ نے اس کو سر کلام کیا

باعثِ نشہ دو بالا ہے
حُسنِ صورت کے ساتھ حسنِ ادا

ماہِ نو اُس بھوں پہ کر کے نظر
سوئے مغرب چلا ہے رو بقفا

سخن صاحب سخن کا سُنکے بننے کی ہوس مت کر
جواہر جب ہوئے حاصل تو پھر معدن سیں کیا مطلب

جو موا داغِ عشق میں اس کے
تختۂ لالہ سے کرو تابوت

اے ولی سبزۂ خطِ دلبر
خوش نمائی میں ہے خطِ یاقوت

کیا ہے دفع مرے دردِ سر کو رکھنے نے
ہوا ہے حق میں مرے خونِ دیدہ صندلِ سرخ

سخن شناس کی مجلس میں کم نہیں زیزید
کسی کے مطلبِ رنگیں کو جو کرے ہے شہید

مجکو پہنچی اس شکر لب کی خبر
حق شکر خورے کو دیتا ہے شکر

راست کیشوں سے اے کماں ابرو
کج ادائی نہ کر خدا سے ڈر

ہوں گرچہ خاکِ راہ ولے از رہِ ادب
دامن کو تیرے ہاتھ لگایا نہیں ہنوز

غنچے کے سر کو دیکھ گریباں میں عندلیب بولے حضورِ خلق ہے یہ انفعالِ محض

عالم کی دوستی سے ہے نفرت ولی کو بس ہر آشنا کے دم سے گریزاں ہے جوں چراغ

لطیف وقت ہے یہ زیب بخشِ مجلس ہے سدا گلاب میں ہرگز نہیں ہے بوئے لطیف

لبِ احمر پہ جلوہ گر ہے خال حوضِ کوثر پہ جوں کھڑا ہو بلال

معشوق کو ضرر نہیں عاشق کی راہ سے بجھتا نہیں ہے بادِ صبا سے چراغِ گل

صنم کے لعل پہ وقتِ تکلم رگِ یاقوت ہے موجِ تبسم

رہِ مضمونِ ناز بند نہیں تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن
شعر فہموں کی دیکھ کر گرمی دل ہوا ہے مرا کبابِ سخن

گریۂ عشاق سے خنداں ہے باغِ بزمِ حسن مغزِ پروانہ سے روشن ہے چراغِ بزمِ حسن

خوبیٔ اعجازِ حسنِ یار اگر انشا کروں بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں
رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب زیورِ لب ذکرِ سبحان الذی اسریٰ کروں

فدائے دلبرِ رنگیں ادا ہوں شہیدِ شاہدِ گلگوں قبا ہوں

کیا ہے ترک نرگس کا تماشا　　طلبگارِ نگاہِ باحیا ہوں

کرے غم سے صد برگ صد پارۂ دل　　دکھاؤں اگر چہرۂ زرد کو
رکھا اس دہن کی صفت میں ولی　　ہر ایک فرد میں جوہرِ فرد کو

جو ہو آزارِ عشق سے آگاہ　　وہ زمانہ کا فخرِ رازی ہے

اے دل شتاب چل کر تماشہ کی بات ہے　　بیٹھا ہے آفتاب نکل آفتاب میں

جا کے پہنچی ہے حدِ ظلمت کو　　بس کہ اُس زُلف میں درازی ہے
تجربے سے مجھے ہوا ظاہر　　نازِ مفہومِ بے نیازی ہے

نہ وہ بالا نہ وہ بلائے بلا ہے　　بلائے عاشقاں ناز و ادا ہے

گر تجکو ہے عزمِ سیرِ گلشن　　دروازۂ آئینہ کھلا ہے
اک دل نہیں آرزو سے خالی　　ہر جا ہے محال اگر خلا ہے

دیکھ اس کی کلاہِ بارانی　　چاند پر آج ابر آیا ہے

تختِ دل پر خط لکھا ہے یار کو　　داغِ دل مُہرِ سرِ مکتوب ہے

اولاً ریحان و آخر لالہ رنگ ظاہراً برگِ حنا شمشیر ہے
کعبۂ فتح و ظفر میں اے ولی شکلِ محرابِ دعا شمشیر ہے

غم نہیں مجنوں کو ہرگز اے ولی خانۂ زنجیر اگر آباد ہے

آج ہر گل نور کی فانوس ہے کوہ و صحرا صورتِ طاؤس ہے
اے صنم تیرے دہن کے شوق میں ہر کلی میں نغمہ و ناقوس ہے

سرو کی وارستگی پر کر نظر تو اے ولی باوجودِ خود نمائی کسقدر آزاد ہے

چہرۂ گلرنگ و زلفِ معنبر زنخ بی میں لب آیتِ جنات تجری تحتہا الانہار ہے

کیا تری زلف کیا تری ابرو ہر طرف سے مجھے کشاکش ہے

کیا کروں تفسیرِ غم ہر قطرہ اشک رازکے قرآن کا کشاف ہے

دودِ آتش بنا ہے سرمۂ چشم داغِ دل دیدۂ سمندر ہے
سادہ رو ہیں ہمیشہ با عزت آب دایم محیطِ گوہر ہے
اے ولی کیا ہے حاجتِ قاصد
نامہ میرا یہ کبوتر ہے

حرف الہا

ہمرنگ تخلص میر عزیز اللہ نام مزارش در بمبئی واقع است دیگر حالش بوضوح
نپیوستہ کہ در چہ رنگ بودہ ہذا من افکارہ

وہ قاتل مست مے اور فوج غمزہ ساتھ تنہا ۔ بچایا حق نے ورنہ آج یہ ہمرنگ بسمل تھا

جوں گرد راہ چلنے میں دامن سے لگ گیا ۔ گو تو سفر میں مجکو نہ ہمراہ لے گیا

حرف الیا

یعقوب الموسوم بہ یعقوب علی خاں خلف محمد علی خاں از طائفہ افاغنہ پدرش
از بلدۂ رام پور آمدہ در سرکار گائیکواڑ متعلق گردیدہ بحفاظت وحراست قصبہ ڈبہوئی مامور
شدہ وے دریں نواح تولد ونشو نما یافتہ بعد فوت پدرش والی بڑودہ خدمتے کہ برائے والدش
بود برا وسلم داشت در فارسی و گجراتی مہارت شائستہ دارد خصوص در موسیقی بلندآوازہ
از راہ تعارف جاری است من کلامہ

یعقوب نہ کیوں رکھے عزیز اس کی گلی کو ۔ یوسف سے ہزاروں ہی جہاں بس نظر آئے

خاتمہ

المنۃ للہ کہ ایں سواد شیریں مقال زیور انصرام پوشید و سرمۂ اختتام در چشم کشید کہ
بصد ناز و کرشمہ نقاب از رخ برکشود و سرمایۂ سرور دل منتظران نزدیک و دور افزود یعنی اوراق
چند جمع آمد کہ شاہدان جادو طراز حروفش بسحر پردازی و کرشمہ سنجی تسخیر دل تماشائیان خرد پرور
نمودہ و ماہ جبینان سطورش چشمہ ایست شیریں کہ تشنہ بیان فرہاد منش را سیراب بید ساختہ جہان سخن را
منزلت معراج کمال تحصیل و شوق رانقش آرزو زیب صفحہ دل چمنیست پر از گلہائے رنگارنگ شگفتہ

بتاثیرِ ہوایش غنچۂ تمنا ریان و تازہ نظارگیانِ دشوارپسند دانند که این دوشیزگانِ معنی
اند که از بنا نخانۂ فطانت برآراییِ فصاحت جلوه گرِ عشاقِ دردمند فهمند که این چه شاہدیست
رعناکه از پرتوِ انوارِ جمالش دیدۂ ژرف نگاهانِ فراست ارجمند منور **بیت**

زین مبارک نامه کز وے زینت عالم بود　　　دوستان را شادمانی دشمنان را غم بود

خریطۂ مملو از جواہرِ فصاحت و یواقیتِ بلاغت در نظرِ گوہر شناسانِ باریک بین گذرانیدم
و مقالاتِ مع حالاتِ خردکیشانِ طبعِ وقادِ این نظم که درین دیارِ خلد آثار نوشته نشده بر صفحاتِ
شمسی و قمری عالم یادگار گذاشتم **فرد۔**

یا رب بکن این صحیفه ام را　　　مقبولِ طبائعِ سخن دال

نحمد الله تعالی اولاً و آخراً علی ما وفق من تسوید ہذه الصحیفة واختتام الاوراق نصلی و
نسلم علی رسوله صاحب المعراج والبراق وعلی آله و اصحابه المکارم والاخلاق و جمیع المسلمین
لیس من البدعة والنفاق

قطعه تاریخ لمؤلفه

چونکه فایق تمام این مخزن　　　ہست مملو ز لولوے لالا
ہاتفِ غیب گفت تاریخش　　　خوش کتاب است مخزنِ شعرا
١٢٦٠

قطعه تاریخ از طبع زاد افصح زمان میاں ہجو صاحب

ہست چه این نسخه ز دو برگِ نقطہاش　　　چون ورقِ انفعال در تپش آمده
حمرۂ خجلت به بست برخِ گلشن ازو　　　ہر چمن را ز موج چین بجبین آمده
چادرِ مهتاب ہست ہر ورقِ این کتاب　　　معنیِ روشن درو ماہِ مبین آمده

تذکرۂ فائق است خوب ترین تذکره
سالِ تمامش ازین خوب ترین آمده
١٢　　٦٨

ولہ تاریخ ثانی

اک میرے مہربان فضیلت شعار ہیں | جن کی شمیم زلف سے گجرات ہے تتار
ہے قلعۂ بھروچ کہ ان سے کلہ براوج | وہاں زبدہ کو فخر ہے پابوسی حصار
یوں مسندِ قضائے شریعت کو اُن سے زیب | جوں آسماں کو مہر سے ہے نور و افتخار
لے درس شمس بازغہ کا ان سے آفتاب | بیضاوی سحر کو پڑھے اُن سے روزگار
ہے نورِ دینِ احمدِ مختار ان کی ذات | ہے ان کے نام نامی سے معنی یہ آشکار
اس بحرِ حلم و علم کی آئی جو جی میں لہر | کی موج خیز طبع رواں کو جو ایک بار
گجرات کے لکھا شعرا کا یہ تذکرہ | کیا تذکرہ خزینۂ دُرہائے آبدار
کی اُن نے شاعروں کو حیاتِ ابد عطا | خضر و مسیح سے بھی نہ ہوتا کبھی یہ کار
سمجھو میں اس کو کیونکہ کہوں گلشن بہشت | ہوگا کبھی خزاں کا نہیں اس میں دخل و بار
ہے اس کا ہر ورق ورقِ گل سے بھی فزوں | کھٹکے کسی کو اس میں نہیں کوئی ایسا خار

گذرا نہ چاہیے سرِ انصاف سے تو بس
تاریخ منصفو ہے عیاں باغ نو بہار

قطعہ تاریخ از شیخ نجم الدین مشتاق

ہمہ بستان و گلہا را خزاں است | نہ ایں معنی است در عالم نہفتہ
ولے ایں مخزنِ شعرائے فایق | نہ باغ است بلکہ مروارید سفتہ

پئے ایں بے خزاں گلدستہ تاریخ
چمن گفتا گل تازہ شگفتہ

قطعہ تاریخ از میر عباس علی شوق

برمجموعۂ رنگینِ فایق | خنک گوئی کہ شد بازار فردوس

برنگینیِ نظم و نثر بردہ — سبق برگلبنِ بہارِ فردوس
اگر اہلِ جہاں ببینند ایں را — بناخوبی کنند اقرارِ فردوس

لبِ اہلِ سخن در سال افتاد
بایں بستاں فدا گلزارِ فردوس
۱۲۶۸

ولہ تاریخ ثانی

بنا فکرِ عالی سے فائق کی جب — عجب تذکرہ اک پذیرائے طبع
کہے تو نہیں تذکرہ بلکہ یہ ایک — گلستاں ہے جس سے کہ کھل جائے طبع

وہیں شوق نے فکرِ تاریخ کرکے
کہا گلشنِ فرحت افزائے طبع
۱۲۶۶

تمت ہذا تذکرہ تاریخ شانزدہم شوال المکرم روز جمعہ سنہ ہزار و دوصد و ہفتاد
من ہجرۃ المبارک در بندر بھروچ باتمام رسید کاتب
و مولف و مالک ہذا یکے است

عبارتے کہ جناب مرزا اسد اللہ خاں صاحب بعد مطالعۂ ایں اوراق اصلاحِ آں تحریر فرمودہ برائے یادگارے تحریر می شود

مخدوم و مکرم حضرت قاضی محمد نور الدین حسین خاں بہادر کی خدمت میں عرض ہے کہ برخوردار مرزا شہاب الدین خاں بہادر نے یہ اجزاء مجکو دیے نظم سے میں نے بالکل قطع نظر کی۔ کامل صاحب کی نثر جو آغاز میں ہے اس کو بھی نہیں دیکھا صرف آپ کی نثر کو دیکھا اور اس کو موافق حکم آپ کے بعض جا درست کر دیا۔ بعض موقع پر منشائے اصلاح بھی لکھ دیا ہے۔ مجکو یہ پایا یہ نہیں کہ آپ کی نثر میں دخل کروں

بمفوائے الامر فوق الادب حکم بجا لایا ہوں۔ مرحبا آفرین بخدا خوب نثر لکھی ہے اللہ سبحانہ آپ کو مدراج اعلیٰ کو پہنچاوے اور سلامت رکھے۔

مرقومہ دوشنبہ ۱۴ جولائی ۱۸۶۲ سنہ عیسوی
خوشنودی احباب کا طالب
غالب

ا

Anjuman-e-Taraqqi-e-Urdu Series No. 71

Makhzan-i-Shuara

A Biographical Anthology of Urdu Poets of Gujrat

BY

QAZI NURUDDIN HUSAIN KHAN RIZVI FAIQ

Edited by

MOULVI ABDUL HAQ, B. A. (ALIG.)

—:o:—

Printed at the Jamia Press, Delhi

1933